ماہنامہ
# طلوعِ اسلام
لاہور
قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

مارچ 2013ء

## طلوع اسلام کا مقصد

جو احباب طلوع اسلام سے تعارف نہیں رکھتے ان کی آگاہی کے لئے ہم طلوع اسلام کے مقصد کو وقتاً فوقتاً سامنے لاتے رہتے ہیں:

1- تنہا عقل انسانی زندگی کے مسائل کا حل دریافت نہیں کرسکتی۔ اسے اپنی راہنمائی کے لئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی ضرورت۔

2- خدا کی طرف سے عطا شدہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے ابد تک ضابطہ ہدایت ہے۔ لہٰذا اب نہ خدا کی طرف سے کسی کو وحی مل سکتی ہے نہ کوئی نبی یا رسول آسکتا ہے۔ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب اور حضور رسالتمآب ﷺ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں۔

3- قرآن کریم کا ہر دعویٰ علم پر مبنی ہے اور اس کے حقائق زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہیں۔ قرآنی حقائق کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ جس حد تک انسانی علم ترقی کر چکا ہے وہ انسان کے سامنے ہو اور چونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ خدا نے تمام کائنات انسان کے لئے تابع تسخیر کر رکھی ہے اس لئے خدائی پروگرام کو پورا کرنے کے لئے کائناتی قوتوں کی تسخیر ضروری ہے۔

4- نبی اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ، شرف و عظمت انسانیت کی معراج کبریٰ ہے۔ یہی وہ پاکیزہ سیرت ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا جو حصہ قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے اس کے قطعی یا یقینی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ باقی رہا وہ حصہ جو قرآن سے باہر ہے سو اس میں اگر کوئی بات ایسی ہے جو قرآن کے خلاف جاتی ہے یا جس سے حضور ﷺ پر (معاذ اللہ) کسی قسم کا طعن پایا جاتا ہے تو ہمارے نزدیک وہ بات غلط ہے۔ اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ یہی اصول صحابہ کبارؓ کی سیرت مقدسہ کے سلسلہ میں بھی سامنے رکھا جانا چاہئے۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے ہم ہر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں جو قرآن کریم کے مطابق ہو یا جس سے حضور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کبارؓ کی سیرت داغدار نہ ہوتی ہو۔

5- دین کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دوسرے انسانوں کی محکومی سے چھڑا کر ان سے خالص قوانین خداوندی کی اطاعت کرائے۔ قوانین کی یہ اطاعت ایک نظام مملکت کی رو سے ہو سکتی ہے اس کے بغیر دین (جو نظام زندگی کا نام ہے) متمکن نہیں ہو سکتا۔

6- رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے دین کا نظام قائم فرمایا۔ اس نظام میں قرآن کریم کے احکام و قوانین کی اطاعت کرائی جاتی تھی اور جن امور میں قرآن کریم نے صرف اصول دیئے ہیں، ان کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے امور مملکت امت کے مشورہ سے سرانجام پاتے تھے۔

7- رسول اللہ ﷺ کے بعد دین کا وہی نظام حضور ﷺ کے خلفائے راشدینؓ نے جاری رکھا۔ اس میں امور مملکت سرانجام پانے کا وہی طریقہ تھا جو

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL® AND QUAID-E-AZAM

CPL NO. 28
VOL. 66
ISSUE 3

Monthly **TOLU-E-ISLAM**
25-B, Gulberg 2, Lahore, Pakistan
Phone. 35714546, 35753666 Fax: 35764484
Email: idara@toluislam.com
web: www.toluislam.com

AMBER®
The National Name for International Quality
ISO 9001:2008 Certified



AMBER Range of Products:
Capacitors for Motor Start-Run, Fans, Blowers,
Air Conditioners, Fluorescent Lamps,
High Pressure/High Intensity Discharge Lamps,
and,
Power Factor Correction.

CUSTOMER SPECIFICATIONS ARE WELCOME!!

Amber Capacitors Limited
6K Commercial Model Town, Lahore, PAKISTAN.
Phone: +92 42 3591 6830-5 Fax: +92 42 3591 6836
Email: info@ambercaps.com Web Site: http://www.ambercaps.com/

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رائج تھا۔یعنی قرآن کریم کے احکام وقوانین کی اطاعت اور جن امور میں قرآن کریم نے صرف اصول دیئے ہیں ان کی چاردیواری کے اندر امت کے مشورہ سے متعلقہ امور کے فیصلے۔اس طریق کو خلافت علیٰ منہاج رسالت کہا جاتا ہے۔

8- بدقسمتی سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے بعد منقطع ہوگیا اور دین کا نظام باقی نہ رہا۔اس سے امت میں انتشار پیدا ہوگیا۔خلافت کے زمانے میں تمام امورِ دین کے نظام کے تابع رہتے تھے۔لیکن بعد میں مذہب اور سیاست میں ثنویت پیدا ہوگئی۔یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے۔

9- ہمارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا سلسلہ قائم کیا جائے جو امت کو احکام وقوانین خداوندی کے مطابق چلائے۔ اس نظام کی بلندترین اتھارٹی کو مرکز ملت کہا جائے گا اور اس کی طرف سے جاری شدہ احکام کی اطاعت خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کے قائم مقام قرار پائے گی۔ظاہر ہے کہ اس نظام کو چلانے والوں کی اپنی زندگی سب سے پہلے قوانین خداوندی کے تابع ہوگی۔

10- چونکہ دین کا نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا' اس لئے اس میں موجودہ ثنویت ختم ہوجائے گی۔یعنی اس میں یہ نہیں ہوگا کہ سیاسی معاملات کے لئے حکومت کی طرف رجوع کیا جائے اور مذہبی یا شخصی امور کے لئے مذہبی پیشوائیت کی طرف۔اس میں یہ دونوں شعبے باہمد گر مدغم ہوجائیں گے۔

11- جب تک اس قسم کا نظام قائم نہیں ہوجاتا' امت کے مختلف فرقے جس جس طریق پر نماز' روزہ وغیرہ اسلامی احکام پر عمل کر رہے ہیں' کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ ان میں کوئی ردوبدل کرے یا کوئی نیا طریقہ وضع کر کے اسے ''خدا اور رسول ﷺ'' کا طریقہ قرار دے۔یہ حق قرآنی نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) کو پہنچتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ امت کے اختلافات کو مٹا کر اس میں وحدت پیدا کرے۔

12- قرآنی نظام کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی متعین کردہ مستقل اقدار کے مطابق انسان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ نظام تمام افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات زندگی' روٹی' کپڑا' مکان' علاج' تعلیم وغیرہ بہم پہنچانے کا ذمہ دار ہو۔

13- قرآن کا نظام اپنی نوعیت کا واحد اور منفرد نظام ہے اس لئے نہ وہ دنیا کے کسی اور نظام میں جذب ہوسکتا ہے نہ ان سے مفاہمت کرسکتا ہے۔خواہ وہ مغرب کا جمہوری سرمایہ دارانہ نظام ہو' یا سوشلزم کا آمرانہ اشتراکی نظام۔اس کے نزدیک یہ سب نظام ہائے زندگی غیر خداوندی ہیں لہٰذا باطل۔

14- جہاں تک احادیث کا تعلق ہے ہم ہر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں جو قرآن کریم کے مطابق ہو' یا جس سے حضور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کبارؓ کی سیرت داغدار نہ ہوتی ہو۔

15- ہم' رسول اللہ ﷺ کے بعد' ہر قسم کے مدعی وحی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

16- طلوع اسلام کا تعلق نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہے نہ مذہبی فرقہ سے (اسے فرقہ اہل قرآن سے بھی کوئی تعلق نہیں)' نہ ہی یہ کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک دین میں فرقہ سازی شرک ہے۔امت کے مختلف فرقے جس طریق سے نماز' روزہ وغیرہ کی ادائیگی کرتے ہیں' ہم ان میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کرتے۔ہم صرف قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرتے ہیں تاکہ کسی طرح پھر سے قرآنی نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) کا قیام عمل میں آسکے۔یہ ہے ہمارا مقصد' جسے ہم برسوں سے دہراتے چلے آرہے ہیں۔

☆.....☆.....☆

(اشاعت کے لئے محترم ڈاکٹر انعام الحق نے تعاون کیا ہے۔)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆


## پمفلٹس -- PAMPHLETS

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے

فی پمفلٹ قیمت 10 روپے علاوہ ڈاک خرچ

آرٹ اور اسلام
اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
اندھے کی لکڑی
جہاں مارکس ناکام رہ گیا
دوقومی نظریہ
عورت قرآن کے آئینے میں
قرآن کا معاشی نظام
کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
مقام اقبالؒ
مقام محمدی ﷺ
ہم میں کیریکٹر کیوں نہیں؟
اسلامی قانون کی اصل و بنیاد کیا ہے؟ (مغربی پاکستان ہائیکورٹ کا فیصلہ)
پاکستان کی نئی ''زیارت گاہیں''
ہم عید کیوں مناتے ہیں؟
قوموں کی تعمیر فکر سے ہوتی ہے ہنگاموں سے نہیں!
اسلامی مملکت کے سربراہ کی معاشی ذمہ داریاں
قیامت موجود
الزامات اور ان کی حقیقت
کیا تمام مذاہب یکساں ہیں؟
تحقیقِ ربٰوا (مسئلہ سود)
ہماری تاریخ میں کیا ہے؟
اسلامی آئیڈیالوجی
گہری سازش (20 روپے علاوہ ڈاک خرچ)

اسلام کیا ہے؟
اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
حرام کی کمائی
روٹی کا مسئلہ
قرآن کا سیاسی نظام
قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
کافرگری
مرزائیت اور طلوع اسلام
ماؤزے تنگ اور قرآن
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ (قرآنی اصطلاحات کی تشریح)
انسانیت کا آخری سہارا
نماز کی اہمیت
ہندو کیا ہے؟
ہماری نمازیں اور روزے بے نتیجہ کیوں ہیں؟
اے کشتۂ سلطانی وملائی وپیری
اسلام اور مذہبی رواداری
کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟
ضبطِ ولادت (خاندانی منصوبہ بندی)
اسلامی قانون سازی کا فریضہ (بال سے باریک تلوار سے تیز)
مومن کی زندگی
علماء کون ہیں؟
قربانی

مجلّہ طلوعِ اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

## قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

# ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر 7-3082، نیشنل بینک آف پاکستان،
مین مارکیٹ گلبرگ برانچ کوڈ (0465) لاہور

مارچ 2013ء | جلد 66 | شمارہ نمبر 3

**مجلسِ ادارت**

ڈاکٹر انعام الحق ڈاکٹر منظور الحق
خواجہ ازہر عباس عطاء الرحمٰن ارائیں

**انتظامیہ**

چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق
ناشر عطاء الرحمٰن ارائیں

**مدیر انتظامی**

محمد سلیم اختر

**قانونی مشیر**

ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

قیمت فی پرچہ 30/- روپے
بدل اشتراک سالانہ 350/- روپے

بیرونِ ملک روپے
کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا روپے

25-B, Gulberg 2, Lahore-54660, Pakistan
Phone: 35714546 Fax: 35764484
Email: idara@toluislam.com
Web Site: http://www.toluislam.com/

ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ) کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صَرف ہوتی ہے۔

پرنٹرز: یمانی پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور۔

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| لمعات: | ادارہ | 3 |
| پرویز صاحب کا نظریۂ قرآن کریم | منظور حسین لیل (بھکر) | 4 |
| غیر یقینی اصول | راجہ عبدالعزیز (دھیرکوٹ آزاد کشمیر) | 12 |
| عقیدۂ روح پر تبصرہ | خواجہ ازہر عباس | 23 |
| کیا خدمتِ دین کا معاوضہ لینا جائز ہے؟ | سید نصیر شاہ مرحوم (میانوالی) | 31 |

**ENGLISH SECTION**

| | | |
|---|---|---|
| **Surah Al-Haaqqa – Durus-al-Qur'an** | **By G. A. Parwez** | |
| **Parah 29: Chapter 9** | **(Translated by: Dr. Mansoor Alam)** | **45** |



## طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب' دروس القرآن کی تمام جلدیں' اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

| | |
|---|---|
| 1- کلاسک بک سیلرز' 42' دی مال (ریگل چوک)' لاہور۔ فون: 042-37312977' موبائل: 0300-4442226 | |
| 2- البلال بک ڈپو' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0344-2502141 | 3- شہباز بک ایجنسی' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32632664 |
| 4- مذہبی کتب خانہ' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0331-2716587 | 5- شاہ زیب انٹر پرائزز' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32214259 |
| 6- علمی کتاب گھر' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32628939 | 7- مکتبہ دارالسلام' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32212269 |
| 8- مکتبۂ دارالقرآن' اردو بازار' کراچی۔ | 9- محمد علی' کارخانہ اسلامی کتب' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32631056 |
| 10- ایوانِ کتب' اردو بازار' لاہور' فون: 0321-8836932 | |

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادارہ

## لمعات

# مفت حقِ تعلیم

جس ملک کا قیام سرسیّد احمد خان، علی گڑھ یونیورسٹی اور اسلامیہ کالجز کے طفیل عمل میں آیا ہو اُس کی نصف سے زائد آبادی ابھی تک غلط سرکاری پالیسیوں کے باعث جاہل اور اَن پڑھ ہے۔ یا للعجب! کیا ملکی وسائل پر قابض طبقہ تعلیم پھیل جانے کے بعد عوام کو حاصل ہونے والے شعور سے خائف ہے؟ ملک میں اب تک تعلیمی ایمرجنسی کا نفاذ کیوں نہیں کیا گیا؟ دین کو دُنیا سے الگ سمجھنے والے اور دنیاوی تعلیم کو ''دینی'' تعلیم کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنے والوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی کوششیں کیوں نہیں کی گئیں۔ ایسے ہی لاتعداد سوالات ہیں جن کے جوابات، اگر اس ملک کی عوام کو علم اور آگہی میسر ہوتی تو وہ آئندہ انتخابات میں ووٹ مانگنے کے لئے آنے والوں سے پوچھتے۔ ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کو تعلیمی بجٹ میں 20 فیصد اضافہ کو اپنے انتخابی منشور کا حصہ بنانے پر مجبور کرتے۔ 1973ء کے آئین میں آرٹیکل 25 اے کے تحت مفت تعلیم ہر بچے کا حق (Right) ہے۔ آج فروری 2013 ہے۔ سندھ اسمبلی میں ''سندھ رائٹ آف چلڈرن ٹو فری اینڈ کمپلسری ایجوکیشن ایکٹ 2013ء) اتفاق رائے سے منظور کیا گیا ہے۔ دیر آید درست آید۔ یہ محض ایک نعرہ ہی سہی مگر خوش آئند ہے کہ ہمارے بچوں کا تعلیم کا حق تو تسلیم کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ اس پر عمل بھی نیک نیتی سے ہو۔ اِس ایکٹ کے تحت نجی/پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ دس فیصد مستحق بچوں کو بلا معاوضہ تعلیم دیں گے۔ ان کی طرف سے مزاحمت تو ہوگی لیکن اس قانون پر عمل درآمد کیلئے ہر ایک کو متحد ہو جانا چاہئے۔ لائق تحسین ہے سندھ اسمبلی کا یہ اقدام! اُمید ہے ملک کے باقی صوبوں میں بھی اس سمت میں اب مثبت پیش قدمی ہوگی۔

☆.....☆.....☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منظور حسین لیل۔ بھکر

دوسری اور آخری قسط

# پرویز صاحب کا نظریۂ قرآن کریم

**خصوصیاتِ قرآن کریم:۔** قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اپنی خصوصیات بیان کی ہیں جن سے قرآن کریم کے بارے میں حتمی اور یقینی علم حاصل ہوتا ہے کہ قرآن کریم کیا ہے اور کیسی کتاب ہے۔ پرویز صاحب نے بھی جگہ جگہ ان خصوصیات کو اپنے انداز میں اُجاگر کیا ہے۔ ''تبویب القرآن'' میں ''قرآن'' کے عنوان کے تحت انہوں نے قرآن کریم کی خصوصیات کی ایک طویل فہرست دی ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ''لغات القرآن'' میں بھی (ق۔ر۔ا کے تحت) بڑے مختصر مگر جامع انداز میں کتاب اللہ کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''قرآن کریم وہ ''الکتاب'' (ضابطہء حیات) ہے جس میں ہر بات یقینی ہے۔ اور اس سے ہر قسم کا تذبذب اور نفسیاتی اُلجھن ختم ہو جاتی ہے (2:2)۔ جو کچھ خدا نے حضور ﷺ پر وحی کیا تھا وہ قرآن کریم میں محفوظ ہے (6:19)۔ مومنین کو اسی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کے اتباع کی اجازت نہیں دی گئی (۷/۳)۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی قرآن ہی کے اتباع کا حکم تھا (10:109)۔ حضور ﷺ اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے (5:48)۔ جو اس کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، تو ایسے لوگ مومن نہیں کافر ہیں (5:44)۔ اس میں تعلیمِ خداوندی مکمل طور پر آگئی ہے۔ اور کوئی شخص اس میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں کرسکتا (6:34 ;6:116)۔ یہ سابقہ تعلیمات کا مُہیمن ہے (5:48)۔ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں (4:82)۔ اور تمام اختلافات اسی سے رفع ہو سکتے ہیں (42:10)۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی وضاحت خود خدا نے کر دی ہے (75:19)۔ اسی لئے اسے ''تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ'' (16:89) کہا گیا ہے۔ ایسا ''تصریفِ آیات'' کی رو سے کیا گیا ہے۔ یعنی آیات کو پھیر پھیر کر لانے سے (6:106 ;17:41)۔ رسول اللہ ﷺ ہر اختلافی معاملہ کی وضاحت قرآن کریم سے کرتے تھے (16:64)۔ اور اسی سے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (50:45)۔ یہ خود روشنی ہے (۵/۱۵) جو اس لئے دی گئی ہے کہ انسان اس روشنی میں سفرِ حیات طے کرے (6:123)۔ اسی لئے اس میں تدبر و تفکر کا حکم دیا گیا ہے (۴۷/۲۴)۔ یہ نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان ہے۔ (54:16)۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے دل و دماغ کو انسانی خیالات سے پاک وصاف کر کے اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے (56:79)۔ قرآن کریم میں غیر قرآنی خیالات و نظریات و تصورات و معتقدات کی آمیزش شرک ہے (42:21)۔ لیکن جب انسان شخصیت پرستی کا شکار ہو جائے تو اسے یہی بات سخت ناگوار گزرتی ہے (39:45; 40:12)

(17:46)۔ چنانچہ جو شخص ان کے سامنے قرآن کریم پیش کرے تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں (22:72)۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اس کی بات قطعاً نہ سنو اور شور مچاؤ تا کہ دوسرے لوگ بھی قرآن کریم کی آواز نہ سننے پائیں (41:26)۔ اس طرح وہ خود بھی قرآن کریم سے دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کے قریب آنے سے روکتے ہیں (6:26)۔ قرآن کریم کی مثل کوئی چیز نہیں (6:94)۔ مخالفین چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم میں کچھ تبدیلی کر دیں لیکن حضور ﷺ ایسا نہیں کر سکتے تھے، نہ حضور ﷺ نے ایسا کیا (10:15)۔'' قرآن کریم کی بعض باتوں کو ماننا اور بعض سے انکار کرنا، سنگین ترین جرم ہے (285 ;47:26)۔ وحی صرف قرآن کے اندر ہے (6:19) قرآن کریم مکمل ضابطہء حیات ہے (6:116)۔ غیر متبدل ہے (6:34 ;10:64 ;18:27)۔ محفوظ بھی (15:9)۔ اس نعمت عظمیٰ (قرآن کریم) کے ملنے پر جشن مناؤ (10:58 ;13:36)۔ آگے چل کر ''لغات القرآن'' میں پھر رقمطراز ہیں'' قرن اول کی جماعتِ مومنین کے شرف و عظمت کا راز تمسک بالقرآن میں تھا۔ (43:43)۔ لیکن جب بعد میں آنے والوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا تو ذلیل و خوار ہو گئے۔ یہی وہ شکایت ہے جو نبی ءاکرم ﷺ خدا سے کریں گے (25:30)۔ اس لئے کہ ''الدین'' وہی ہے جو قرآن کریم کے اندر تھا اسے چھوڑ دینے سے ''الدین'' ہی چھوٹ گیا۔ آج پھر اسی ''الدین'' سے تمسک ہو سکتا ہے اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ ''الدین'' اور قرآن کریم ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ دین، قرآن کریم کے اندر ہے اور جو بات قرآن کریم کے اندر نہیں وہ دین نہیں۔ اور قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خدا نے خود لے رکھا ہے (15:9)۔'' اور یہ کہ قرآن کریم انسانیت کی مکمل راہنمائی کے لئے کافی ہے (29:51)۔

☆.....☆.....☆

**کتاب فطرت:۔** پرویز صاحب اپنی کتاب ''اقبال اور قرآن'' میں اپنے پہلے مضمون ''اقبال اور قرآن'' کے ذیلی عنوان ''قرآن اور رموزِ کائنات'' کے تحت رقمطراز ہیں کہ ''قرآن کتاب فطرت ہے یعنی جس طرح فطرت کی کوئی شے ایسی نہیں جو کسی زمانے میں بھی جا کر یہ کہہ دے کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی، اسی طرح قرآن بھی یہ کہیں نہیں کہے گا کہ بس اب میں تھک گیا۔ جو کچھ میرے اندر تھا سب باہر آ چکا۔ اب میں خالی برتن ہوں۔ اب کسی اور راہبر کی تلاش کرو۔ قطعاً نہیں۔ فطرت کی کسی چیز کو لیجئے۔ مثلاً پانی۔ آدم کے وقت لوگ اتنا ہی جانتے ہوں گے کہ اس سے پیاس بجھائی جاتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اس سے نہایا بھی جاتا ہے۔ لیکن اس پانی کے اندر چھپی ہوئی خصوصیات زمانہ کی عقل و علم، تجربہ و مشاہدہ، وسعت و بلندی کے ساتھ ساتھ یوں کھلتی گئیں جیسے وہ اس کی لہروں کے بیچ میں لپٹی ہوئی تھیں۔ آج دیکھئے، اسی پانی سے کس قدر کام لئے جا رہے ہیں۔ کیا آدم کے وقت کے پانی میں یہ خصائص موجود نہ تھے!۔ یا کیا دنیا آج یہ کہہ سکتی ہے کہ پانی میں جو کچھ تھا سب معلوم کر لیا گیا ہے۔ دنیا اپنے تجربات کی جن بلندیوں تک چاہے اڑتی چلی جائے، فطرت کی اشیاء ان کا ساتھ دیتی جائیں گی۔ اسی فضا کو دیکھئے جو کل تک خالی سمجھی جاتی تھی، آج اس میں ایٹر کی امواج نے کیا کچھ کر دکھایا ہے۔

کیا ایٹر پہلے موجود نہ تھا! کیوں نہ تھا۔ اسی فضا میں لپٹا ہوا تھا، پیچیدہ تھا۔ یہی قرآن کریم کی کیفیت ہے۔ زمانہ عقل وعلم کی جن پہنائیوں تک چاہے بلند ہوتا چلا جائے قرآن اس سے بھی آگے نظر آئے گا۔ جو بات آج سمجھ میں نہیں آسکتی اسے کل کی آنے والی نسلیں، جو اگر تجربات ومشاہدات میں موجودہ نسل سے آگے ہوں گی، خود بخود سمجھ جائیں گی۔ اسی طرح قرآن کریم کی ایک ایک آیت حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آتی جائے گی۔ اُس وقت اس کی کوئی آیت متشابہ نہیں رہے گی۔ سب محکم ہو جائیں گی۔ یہ میں نہیں کہتا، خود قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:۔ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (41:53)۔ ''ہم اُن کو اپنی نشانیاں اس نظام کائنات میں اور خود نفس انسانی کے اندر دکھاتے جائیں گے، یہاں تک کہ ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قرآن فی الواقعہ حق ہے۔''

**آسمانی ہدایت کی ابدیت:۔** طلوعِ اسلام مئی ۱۹۸۵ء ص۔۴۳:۔ ''اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کو منزلِ انسانیت تک لے جانے والے راستے کی راہنمائی اپنے ذمہ لی اور اس کے لئے حضرات انبیاء کرام کی وساطت سے سلسلہء رشد وہدایت جاری کیا۔ جب نوعِ انسان عالمِ طفولیت میں تھی تو اس پروگرام کی صورت یہ تھی کہ اس میں اصولی ہدایات کم ہوتی تھیں اور عملی جزئیات زیادہ۔۔ اس زمانے میں تو حالت یہ تھی کہ حضرت نوح کو کشتی بنانے کا طریق بھی بذریعہ وحی بتانا پڑا۔۔ جوں جوں نوعِ انسان عمر میں بڑھتی گئی اور اس کا شعور پختہ ہونا شروع۔۔۔ ہوا تو اس پروگرام کی جزئیات میں کمی اور اصولوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تا آنکہ جب وہ عالمِ شباب تک پہنچ گئی اور مشیت نے دیکھ لیا کہ اب انسان اصولوں کی روشنی میں، اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق جزئیات خود مرتب کرنے کے قابل ہو گیا ہے تو اس نے ان تمام اصولوں کو جن کی انسانی راہنمائی کے لئے ضرورت تھی مکمل شکل میں، وحی کے آخری ضابطہ، قرآن کریم میں محفوظ کر دیا، اور سلسلہء وحی اختتام کو پہنچ گیا۔ (ختمِ نبوت کے یہی معنی ہیں)۔ اب انسانوں کے کرنے کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر قرآن میں غور کریں کہ اس نے، ان کے حل کے لئے کیا اصول دیا ہے۔ اور اس اصول پر عمل پیرا ہونے کے طور طریقے خود وضع کریں۔ اس طرح یہ کتابِ ہدیٰ قیامت تک انسانی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتی رہے گی۔ یہ کہیں نہیں کہے گی کہ مجھ میں راہنمائی دینے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔ قرآن سے راہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس طریق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ:۔ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (41:53)۔ ''ہم انہیں (نوعِ انسان کو) خارجی کائنات اور خود ان کی داخلی زندگی میں اپنی ''نشانیاں'' دکھاتے جائیں گے۔ تا آنکہ ان پر یہ حقیقت واشگاف ہو جائے کہ قرآن کا ہر دعویٰ صداقت پر مبنی ہے۔'' یعنی جوں جوں علمِ انسانی آگے آگے بڑھتا جائے گا قرآنی حقائق بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ ایسا ہو سکتا ہے (اور ہوتا ہے) کہ عقل وفکر اور تجربہ ومشاہدہ کی رو سے جن حقائق کا ادراک ہو، انسان انہیں قرآن کے حوالے سے پیش نہ کرے۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہونگے قرآنی حقائق ہی۔ اس لئے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ عالمِ انفس وآفاق میں کوئی حقیقت بے نقاب ہو، اور وہ قرآن کے خلاف جائے۔''

**مکمل راہنمائی:**۔ پرویز صاحب کے الفاظ میں ''یہ عظیم المرتبت کتاب ابدی حقائق کا مجموعہ اور مستقل اقدار کا صحیفہ ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کے لئے مکمل رہنمائی موجود ہے۔'' یہ ضابطہء حیات کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں کیوں کہ ''انسانی تصنیف اپنے ماحول کی پیداوار اور ایک خاص مقصد کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی زندگی ہنگامی اور وقتی، اور اس کی افادیت محدود ہوتی ہے۔'' انسانی آراء ذاتی تعصّبات، خیالات، خواہشات اور دلائل کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اُنہیں انسانی ذاتیات سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ پرویز صاحب انسانی تصنیف کے مقابلے میں آسمانی کتاب کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''آسمانی کتاب کی کیفیت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ فضا اور ماحول کے اثرات سے بلند اور زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہوتی ہے۔ نہ اس کی تعلیم کبھی پرانی اور فرسودہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی مقام پر انسان سے یہ کہتی ہے کہ میں اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ وہ ہمیشہ زمانے کی امامت کرتی ہے۔ اور انسانی زندگی کے ہر تقاضے کا اطمینان بخش حل بتاتی ہے۔ اس میں افراد کی صلاحیتوں کی نشوو ارتقاء کے اصول بھی ہوتے ہیں اور اقوام کے عروج و زوال سے متعلق قوانین بھی۔ قرآن کریم ان تمام خصوصیات کی حامل آسمانی کتاب ہے۔ اور نوع انسان کے لئے آخری ضابطہء حیات ہونے کی وجہ سے، ہر حیثیت سے مکمل اور ہمہ گیر ہے۔'' (مفہوم القرآن)۔

**اعمال کے نتائج معلوم کرنا:**۔ اکثر یہ کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، نجانے وہ صحیح ہے یا غلط، معلوم نہیں ہمارے ان اعمال کو اللہ میاں پسند بھی کرتے ہیں یا نہیں اور ہمارے ان اعمال کی وجہ سے ہماری بخشش بھی ہوگی یا نہیں؟ یعنی ہمارے اعمال (خصوصاً احکامِ قرآن پر عمل) کا نتیجہ نجانے کیا نکلے گا؟ اس مخمصے کی وجہ قرآن کریم پر غور نہ کرنا ہے۔ چونکہ قرآن کریم ہر معاملے میں مکمل راہنمائی کرتا ہے لہٰذا اگر ہم قرآن کریم سے دریافت کریں تو ہمیں اپنی اس مشکل کا حل مل جائے گا۔ پرویز صاحب ''لغات القرآن'' میں (ک۔ت۔ب کے تحت) لکھتے ہیں۔ ''قرآن کریم میں کتاب اور حکمت آیا ہے اور دونوں کو منزل من اللہ کہا گیا ہے۔ (دیکھئے عنوان: ح۔ک۔م)۔ کتاب کے معنی ہیں قانون۔ اور حکمت کے معنی ہیں اُس قانون کی غرض، غایت، مقصد، نتیجہ۔ (The why of it)۔ مثلاً ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ'' کے بعد ہے ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' (2:183)۔ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں (یہ کتاب یا قانون ہے۔ اور) ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ''۔ تاکہ تم تقویٰ شعار ہو جاؤ۔ اس قانون کی حکمت ہے۔ یعنی اس قانونِ خداوندی سے مقصد یہ ہے۔ اس کی غایت یہ ہے۔ اس کی علت یہ ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ تم ایسے ہو سکو۔ قرآن کریم نے قانون کے ساتھ اس کی حکمت (یعنی نتیجہ) کو بھی خود ہی بیان کر دیا تاکہ ہم ہر وقت دیکھتے رہیں کہ قانون کا منشاء پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اگر قانون پر عمل پیرا ہونے سے وہ نتیجہ مرتب ہو رہا ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس قانون پر صحیح معنوں میں عمل ہو رہا ہے۔ لیکن اگر اس سے وہ نتائج مرتب نہیں ہو رہے تو پھر سمجھ لیجئے کہ اس قانون کی محض رسم پوری ہو رہی ہے۔ فی الحقیقت اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ یہ ایک بہت بڑی

حقیقت تھی جسے قرآن کریم نے بیان کیا تھا۔اسی کے نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ ہماری نمازیں اور روزے اس طرح بے نتیجہ رہ گئے ہیں۔اور ہم انہیں اسی طرح ادا کئے جا رہے ہیں،اور مطمئن ہیں کہ اگر ان کے نتائج یہاں مرتب نہیں ہوتے تو نہ سہی،ان کا پھل آخرت میں جا کر ملے گا۔حالانکہ قرآن کریم نے ان کے نتائج اسی دنیا میں مرتب ہونے کا بھی کہا ہے اور آخرت میں بھی۔اگر ان کے نتائج (قرآن کریم کے بیان کے مطابق) اس دنیا میں مرتب نہیں ہو رہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان پر ٹھیک ٹھیک عمل نہیں ہو رہا۔لہٰذا ان کے نتائج آخرت میں بھی مرتب نہیں ہوں گے۔

کتاب اور حکمت (قانون اور اس کے نتائج) دین کا بنیادی نقطہ ہے۔یعنی قرآن کریم اور اس پر عمل پیرا ہونے کے درخشندہ نتائج جو اس دنیا میں سامنے آجاتے ہیں اور جن کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔اس لئے جہاں قرآن کریم سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ فلاں معاملہ میں خدا کا حکم (قانون) کیا ہے،وہاں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس حکم (قانون) پر عمل پیرا ہونے سے نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔اگر قرآن کریم سے یہ معلوم اور متعین کر لیا جائے اور پھر ہم اس کے مطابق اپنا (انفرادی اور اجتماعی) محاسبہ کرتے جائیں تو ہمیں ہر وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم پر ٹھیک ٹھیک عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔اگر ایسا نہ کیا جائے تو نفس کا جھوٹا اطمینان غلط عمل کو بھی صحیح بنا کر دکھا سکتا ہے۔'' قرآن کریم نے ہمیں اس حالت میں نہیں چھوڑا کہ ہمیں معلوم ہی نہ ہو سکے کہ ہمارے اعمال کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔اس قرآنی حقیقت کو پرویز صاحب نے ''مطالب الفرقان'' میں بھی بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔اسے کہتے ہیں مکمل راہنمائی!۔

**انسانیت کے نئے مسائل** :۔مفہوم القرآن کے تعارف میں کہتے ہیں۔''علاوہ ازیں جوں جوں انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی پھیلے گی،زندگی کے نئے نئے مسائل اور انسانیت کے نئے نئے تقاضے سامنے آئیں گے۔قرآن کریم کے بیان کردہ اصولوں میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ان تقاضوں کا آخری حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔لیکن یہ حل معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف انسان کے سامنے قرآن کریم کے جامع،عالمگیر اور غیر متبدل اصول ہوں،اور دوسری طرف زندگی کے نئے نئے تقاضے بھی اس کے پیش نظر ہوں۔اپنے دور سے الگ ہٹ کر،نہ قرآنی تعلیم کو کما حقہٗ سمجھا جا سکتا ہے،نہ اس سے مطلوبہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔''

**قرآن نے ہمیں کیا دیا؟**۔ طلوعِ اسلام دسمبر 1972ء۔ص۔10۔پرویز صاحب عید الفطر کو روزوں کا انعام نہیں سمجھتے بلکہ اسے جشنِ نزولِ قرآن اور اسے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ تہوار قرار دیتے ہیں۔''دنیا کی ہر قوم کوئی نہ کوئی تہوار مناتی ہے۔ہم بھی سال کے مختلف دنوں میں بعض تہوار مناتے ہیں لیکن اس عید کا تہوار وہ ہے جسے بطور جشنِ مسرت منانے کا حکم خود خدا نے دیا ہے۔اس تہوار کی اہمیت کا اندازہ لگا لیجئے۔سورہء یونس میں ہے:۔(مفہوم)۔''اے نوعِ انسان!تمہاری طرف تمہارے نشو ونما دینے والے کی جانب

سے ایک ضابطہء قوانین نازل ہوا ہے جو انسان کے تمام نفسیاتی امراض کا علاج اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جو اس کی صداقتوں پر یقین رکھیں، سامانِ نشوونما اور منزلِ انسانیت تک پہنچنے کی راہنمائی ہے۔'' اس کے بعد فرمایا۔ ''اے رسول! ان سے کہہ دو کہ یہ خدا کے فضل و رحمت سے ہے کہ ایسا عدیم النظیر ضابطہء زندگی مل گیا ہے۔ تم کیا، اگر ساری دنیا کے انسان مل کر بھی کوشش کرتے تو اس جیسا ضابطہ نہ مل سکتا۔ لہٰذا:۔ **فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا** ''تمہیں چاہیئے کہ ایسی متاعِ گراں بہا کے اس طرح بے مزد و معاوضہ مل جانے پر جشنِ مسرت مناؤ۔'' وہ متاعِ گراں بہا کہ:۔ **هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ** (10:58)۔ انسان جو کچھ بھی جمع کرے، یہ اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ متاعِ کائنات سے زیادہ گراں بہا۔ سامانِ زیست سے زیادہ بیش قیمت۔ یہ ہے وہ تقریبِ جاں نواز جسے بطور جشنِ بہجت و مسرت منانے کی تاکید خدا نے کی ہے۔ یعنی جشنِ نزولِ قرآن۔ اور نزولِ قرآن کی ابتداء چونکہ رمضان کے مہینے میں ہوئی تھی:۔ **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ** (2:185)۔ اس لئے رمضان کا پورا مہینہ گویا اس جشن کی تیاریوں کے لئے تھا۔ اور عید الفطر اس جشن کی تکمیل کا دن۔۔

یہاں ایک اور اہم سوال سامنے آتا ہے جس کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالآخر ہمیں دیا کیا ہے جس کے لئے ہمیں جشنِ مسرت منانے کی تاکید کی گئی ہے۔ مذہب کی دنیا سے اس سوال کا جواب عجیب ملتا ہے۔ (میں عزیزانِ من! مذہب کی دنیا کہہ رہا ہوں۔ اسلام کی دنیا نہیں۔ دین کی دنیا نہیں۔ انسانوں کے خود ساختہ مذہب کی دنیا۔ جس میں قرآن کو عجیب و غریب معانی پہنا دیئے گئے ہیں)۔ اربابِ مذہب سے پوچھئے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟۔

**مذہب کی دنیا کا جواب:**۔ تو وہ اس کے جواب میں جھٹ سے کہہ دیں گے کہ اس کا مقصد خود خالقِ کائنات نے بتا دیا ہے کہ جب کہا کہ:۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ** (51:56)۔ خدا نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ (میں اس آیہء جلیلہ کا مفہوم ذرا آگے چل کر عرض کروں گا)۔ اب ذرا سوچئے۔ اگر کوئی شخص (معاف بفرمائید) یہ کہے کہ اوّل تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں ہم سے پوچھے بغیر بھیج دیا اور پھر کہا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم ہماری عبادت کرو۔ نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔ زکوٰۃ دو۔ مشقتیں اٹھاؤ۔ تکلیفیں برداشت کرو۔ یہ کرو، وہ نہ کرو۔ ساری عمر جانکاہ پابندیوں میں بسر کرو۔ ایسا کیوں کرو؟۔ اس لئے کہ ہم تمہارے آقا ہیں اور تم ہمارے غلام ہو۔ آقا غلام کو جو حکم دے، اسے اس کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔ غلام کو اپنے آقا کا ہر حکم ماننا ہوگا۔۔۔ بالخصوص جب اس کی خلاف ورزی کی پاداش میں سامنے جہنم کا عذاب موجود ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس پر وہ غلام جشنِ مسرت منائے گا؟۔ خوشیوں کے شادیانے بجائے گا؟۔۔۔ یہ جواب وہ ہے جو ہمیں مذہب کی دنیا سے ملتا ہے۔ لیکن آیئے ہم دیکھیں کہ قرآن کریم کی بارگاہ سے ہمیں اس کا جواب کیا ملتا ہے۔ کہ وہی جواب درحقیقت خدا کا جواب ہوگا۔

**قرآن کا جواب:۔** قرآن کریم، خدا اور انسان کے تعلقات کا تصور کچھ اور دیتا ہے۔۔وہ انسان کی تخلیق کا مقصد کچھ اور بتاتا ہے۔۔اور ان پابندیوں کا مقصود کچھ اور۔قرآن خدا کی کتاب ہے اور اس میں کسے کلام ہوسکتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ کتاب تو یہ خدا کی ہے مگر اس میں ذکر خود تمہارا ہے:۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (21:10)۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب بھیجی ہے جس میں خود تمہارا ذکر ہے۔کیا تم اس بلند حقیقت پر غور نہیں کرتے؟۔عربی زبان میں لفظ ''ذکر'' کے ایک معنی تو وہی ہیں جو معنی ہم (اس لفظ کے) اردو زبان میں لیتے ہیں۔انہی معانی کے پیشِ نظر علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو اس حسین انداز میں بیان کیا تھا کہ:۔

محمد ﷺ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا مگر یہ حرفِ شیریں، ترجماں تیرا ہے یا میرا

**انسانی عظمت کا صحیفہ:۔** قرآن، درحقیقت انسان کا ترجمان ہے۔یہ ہے ''ذکر'' کا پہلا مفہوم۔لیکن اس لفظ کا ایک اور مفہوم بھی ہے۔یعنی شرف وعظمت۔عزت وتوقیر۔اس مفہوم کے اعتبار سے اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کتاب میں خود تمہارے شرف و عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔یہ تمہیں عزت وتوقیر اور احترام وتکریم کا مقام عطا کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے۔اسی لئے دوسرے مقام پر کہا کہ:۔ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (23:71)۔ہم انہیں شرف ومجد کا مقام عطا کرتے ہیں اور ان کی حماقت دیکھو کہ یہ خود اپنے ہی شرف واحترام سے اعراض برتتے ہیں۔اس سے روگردانی کرتے ہیں۔یہ اس لئے کہ:۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (33:72)۔حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل واقع ہوا ہے۔بر بنائے جہالت خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔'' اس کے بعد پرویز صاحب اپنے اس مقالے میں انسانی ذات میں مضمر بے پناہ صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔اور یہ کہ انسان پر قرآن نے کچھ پابندیاں کیوں لگائی ہیں۔پھر انہوں نے تاریکیوں میں گھرے ہوئے انسان یعنی نزولِ قرآن سے پہلے مختلف قسم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان کی حالت کا ذکر بڑے مؤثر انداز میں کیا ہے اور پھر وہ اُس زنجیر شکن انقلاب کی طرف آتے ہیں جس نے انسان کو آزاد کرایا۔

**قرآن نے کیا کیا؟:۔** ''قرآن آیا اور اس نے آکر اعلان کیا کہ خدا کے اس عظیم داعیء انقلاب ﷺ کے ظہورِ قدسی کا مقصد یہ ہے کہ:۔ یہ ان زنجیروں کو توڑ دے گا جن میں انسان جکڑا ہوا چلا آرہا ہے۔یہ اس کے سر سے ان بوجھل سلوں کو اتار پھینکے گا جن کے بوجھ سے یہ کچلا جارہا ہے (7:157)۔قرآن انسان کو توہم پرستیوں سے نکال کر تسخیر فطرت کی طرف لے آیا۔قرآن نے ایک ایسا آئینہ دیا جس میں انسان کو اس کے صحیح خدوخال نکھر کر نظر آسکتے تھے۔نبی اکرم ﷺ نے، اس شیر بیشہ کی طرح، ساتھ کھڑے ہو کر، انسان کو قرآن کے آئینے میں اس کی اصل شکل سے روشناس کرایا۔اور اس طرح مردانِ خود آگاہ کی ایک جماعت وجود میں

آ گئی۔اس جماعت نے ایک طرف قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر، مظلوم انسانیت کو استبدادِ ملوکیت سے نجات دلائی۔تو دوسری طرف ایران کے آتشکدوں کی آگ ٹھنڈی کر کے مذہبی پیشوائیت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دیا۔اس نے یہودیوں کو خارج البلد کر کے، سرمایہ پرستی کی بساط لپیٹ دی۔اور شام کی خانقاہوں میں علم و بصیرت کے دیئے جلا کر، انسان کے قلب و نظر کی تاریکیوں کو روشنی سے بدل دیا۔ اس طرح اس جماعت کی حق آگاہی اور خود شناسی نے انسان کو وہ مقام عطا کر دیا جس کے حصول کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔''(ص۔20)۔

**انسانیت کا آخری سہارا:۔** پرویز صاحب کو یقین کامل ہے کہ دنیا تمام نظاموں سے مایوس ہو کر بالآخر قرآنی نظام کی طرف آئے گی اور نجاتِ کامل پائے گی۔اور بالآخر ایسا ہو کر رہے گا۔قرآن کریم کا نظام ہی انسانیت کا آخری سہارا ہے۔ **يَآ أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ** (84:6) ''ہزار جانکاہ مشقتوں کے بعد ہی سہی، لیکن انسان کو بالآخر اسی کی طرف آنا ہے۔''۔''یہ ہے (قرآن کریم کا) وہ نظامِ ربوبیت، جو انسانیت کا آخری سہارا ہے۔اور جس سے جنت سے نکلا ہوا آدم، پھر سے جنت کو پالے گا۔ قرآن کی رو سے انسان کا انجام تباہی نہیں، سرفرازی و سربلندی ہے۔اس کے سفرِ حیات کا مآل، پستیوں کے عمیق غار نہیں، بلکہ:۔ **لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ** (84:19) اس شہسوار کو بلند سے بلند تر مقامات کی طرف بڑھتے جانا ہے:۔

عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

عصر حاضر کی بے پناہ تاریکیوں میں قرآن کا پیغام ہی وہ روشنی کا مینار ہے جو طوفانوں میں گھری ہوئی کشتیءِ انسانیت کو ساحلِ مراد کی نشاندہی کر سکتا ہے۔(طلوعِ اسلام۔دسمبر 1977ء۔صفحہ نمبر 59)۔

☆.....☆.....☆

## سانحۂ ارتحال

محترم غلام احمد پرویز صاحب کے دیرینہ رفیق شیخ سراج الحق صاحب جو کہ دہلی کے زمانہ سے پرویز صاحب کے اوّلین ساتھی تھے اور آخر تک انہوں نے اپنی دوستی کا حق ادا کیا۔پرویز صاحب کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی ادارہ طلوعِ اسلام کے انتظامی امور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔شیخ سراج الحق مرحوم کے بیٹے بریگیڈیئر انعام الحق صاحب گذشتہ دنوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔بریگیڈیئر انعام الحق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھیوں میں سے تھے اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دینے کے باعث شہرت رکھتے تھے۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ادارہ مرحوم کے اعزہ و اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راجہ عبدالعزیز (دھیرکوٹ آزاد کشمیر)

# غیر یقینی اصول

## (Uncertainty Principle)

قرآن پاک نے اپنی پہلی صفت یہ بتائی ہے کہ اس کی صداقت اور حقانیت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔2:2۔ یہاں ایک اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ ''شک'' خود عربی زبان کا لفظ ہے۔ مگر یہاں اس کے لئے ''ریب'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شک کا تعلق صرف ذہن سے ہوتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کے برعکس ایک ایسا شک بھی ہوتا ہے جس سے کچھ پریشانی بھی لاحق ہوجاتی ہے۔ ایسے شک کے لئے ریب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن مجید میں نہ ہی ذہنی شک ہے اور نہ ہی کسی قسم کی نفسیاتی الجھن، قلبی اضطراب یا اضطراب نفس کی گنجائش ہے۔ قرآن کریم نے اپنی دوسری خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس کا اساسی مقصد نوع انسانی کی ہدایت اور راہنمائی ہے۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے نزدیک ''مقصدِ نزولِ قرآن راہنمائی وہدایت ہے۔ اس کا اسلوب بیان موعظت ہے صرف کتاب تصنیف کرنا نہیں۔ ہدایت کی طرف لانے کے لئے قرآن کا اسلوب بھی وہی ہے جو ہونا چاہئے' یعنی وعظ وپند' تنذیر وتبشیر' تنذیر آخرت' ایام اللہ' اللہ کی عظمت وجلال' قدرت وعلم' اقتدار ورحمت کا بیان کذا وکذا..... اس ہدایت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اس مقصد تک پہنچانے کی کفیل بھی ہے جس کی نشاندہی کی گئی ہو۔ یعنی اس مقصد تک پہنچانے کے لئے طریقہ اور اصول کے اجزا بھی بتادیتی ہے تاکہ انسان کامل یقین واعتماد کے ساتھ معزز زندگی میں راستہ کی خطرناک گھاٹیوں سے محفوظ رہتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جائے''۔ (قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل)

یہ کامل یقین واعتماد اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات میں کسی قسم کی پراسراریت (Mystry) یا اساطیریت (Myth) نہیں۔ اس کا ہر حکم' ہر قانون' ہر بیان' ہر عقیدہ ہر اصطلاح' ہر اصول' ہر دعویٰ' ہر پیشن گوئی' ہر عبادت' ہر علامت' ہر تمثیل' ہر کنایہ' ہر استعارہ' ہر معروف' ہر منکر' ہر چیلنج' ہر نظریہ' ہر اشارہ' ہر تشبیہہ' ہر مجرد وبسیط حقیقت' اس کی تمام بشارات وانذارات' غرض یہ کہ اس کا ہر پہلو غور وتدبر کرنے والے انسان کے لئے صاف' واضح اور قابل فہم ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن پاک ہر الجھن کو وضاحت سے سمجھانے والا

ہے 16:9' اس میں کوئی پیچ وخم نہیں 18:1' کوئی تضاد یا اختلاف نہیں 4:82۔ ابہام نہیں التباس نہیں' واضح' صاف اور نکھری ہوئی روشن کتاب۔ اب ہر انسان اپنے اختیار وارادے اور اپنی مرضی سے اِس کتاب عظیم کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کر کے اپنی طبیعی اور روحانی زندگی کی کامرانیاں اور خوشگواریاں حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اسلام چونکہ ایک اجتماعی دین ہے۔ اس لئے اس کے اصول اور قوانین پر ایک اسلامی معاشرے میں ہی عمل ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے کیا طریقہ کار ہونا چاہئے۔ اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ شریف آ کر جونہی موقع ملا تو آپؐ نے باقاعدہ ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ جو' استخلاف فی الارض 24:55 کے مطابق اس نظام مملکت میں تمام فیصلے صاحب اقتدار اتھارٹی قانون خداوندی کی رُو سے کرتی تھی۔ خود حضورؐ کو کہا گیا ''اے رسولؐ آپ لوگوں کے اختلافی امور کے فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کریں'' 5:48۔

ہم نے مضمون کی ابتداء میں دیکھا کہ علم وحی میں کسی قسم کی بے یقینی یا شک وشبہ نہیں لیکن انسانی اکتسابی علوم کو یہ درجہ حاصل نہیں۔ ان علوم میں غلطی اور بے یقینی کا ہر وقت امکان رہتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کائنات کی جملہ موجودات کی کیفیات اور ماہیت نیز ان کے خواص وجواہر کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت انسان میں رکھ دی ہے۔ اور انسان اپنی ان خداداد صلاحیتوں کی نشوونما (Develope) کر کے مظاہر فطرت کے بارے میں علم حاصل کر رہا ہے۔ مگر انسان کا یہ اکتسابی علم ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس میں تشکیک کا عنصر موجود رہتا ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ سائنسی علوم کی ترقی ..... Trial and error کے اصول پر ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں کوانٹم فزکس کے اصولوں اور قوانین پر بات کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اسی نظریئے سے منسلک اصول غیر یقینیت (Uncertainty Principle) پر لکھوں گا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کوانٹم نظریے کے مضمون کی ابتدا میں بتایا جا چکا ہے کہ لارڈ ریلے اور سر جیمز جینز کے پیش کردہ اعداد وشمار نے کہ ستارے جیسی گرم چیز یا جسم سے لامتناہی شرح سے توانائی خارج ہوگی' ایک مضحکہ خیز صورت حال پیدا کر دی تھی۔ اس واضح طور پر معنی خیز نتیجے سے بچنے کے لئے جرمن سائنسدان میکس پلانک نے 1900ء میں تجویز کیا کہ روشن ایکس ریز اور دوسری لہریں بے قاعدہ شرح سے نہیں بلکہ خاص پیکٹوں کی شکل میں خارج ہوسکتی ہیں جنہیں وہ (Discrete Quanta) کہتا تھا۔ اسٹیفن نے اس کی مثال یوں دی ہے:۔

"It is bit like saying one can't buy sugur loose but only in killogram bags"

کوانٹم مفروضے نے گرم جسم سے خارج ہونے والی لہریں یا ریڈیشن کی زیر مشاہدہ شرح کو تو بخوبی بیان کیا' مگر جبریت

(Determinism) کے بارے میں اس کے مضمرات 1926ء تک نہ سمجھے جا سکے۔ اس کے بعد:۔

"When another german scientist, werner heisenburg, formulated his famous uncertainty principle. In order to predict the future position and velocity of a particle, one has to be able to measure its present position and velocity accurately. The obvious way to do this is to shine light on the particle."

یوں زرّے پر جب روشنی ڈالی جائے گی تو روشنی کی کچھ لہریں ذرے سے منتشر ہو جائیں گی اور اس طرح اس کے مقام کی نشاندہی کریں گی۔ تاہم ذرے کے مقام کا تعین لہروں کے ابھاروں (Wave Crests of Light) کے درمیان فاصلے کے تعین ہی سے درست طور پر کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ چھوٹی ویولینتھ (Short wave length) کی روشنی استعمال کی جائے تاکہ ذرے کے مقام کی پیمائش بالکل صحیح کی جا سکے۔ اب پلانک کے مفروضے کے تحت روشنی کی کوئی سی بھی اپنی مرضی کی چھوٹی مقدار استعمال نہیں کی جا سکتی، کم از کم ایک کوانٹم تو استعمال کرنی ہی پڑتی ہے۔ یہ ایک کوانٹم بھی ذرے کو مضطرب (Disturb) کر دے گی، یعنی اس کی رفتار میں ایسی تبدیلی پیدا کر دے گی جس کی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ ازیں مقام کی جتنی درست پیمائش کرنی ہو اتنی ہی چھوٹی ویولینتھ کی روشنی ضروری ہوگی لہٰذا اس کے واحد کوانٹم کی بھی توانائی مقابلتاً زیادہ ہوگی چنانچہ اسی سے ذرے کی رفتار میں زیادہ خلل پڑے گا۔ دوسرے الفاظ میں آپ ذرے کے مقام کی پیمائش جتنی صحت سے کریں گے، اس کی رفتار کی پیمائش اتنی ہی درست ہوتی چلی جائے گی اور اس کے برعکس (Vice Versa) یہی کچھ ہوگا۔ ہائزن برگ نے یہ بھی ماپا ہے کہ ذرے کے مقام اور رفتار میں غیر یقینیت اور ذرے کی کمیت (Mass) میں تعلق کبھی بھی ایک خاص مقدار سے کم تر نہیں ہو سکتا ہے جسے پلانک کا مستقل (Plank's Constant) کہا جاتا ہے۔

غیری یقینی اصول کی تعریف یوں کی گئی ہے:۔

"The principle formulated by Heisenberg that one can never be exactly sure of both the position and The velocity of a particle. The more accurately one knows the one, the less accurately one can know the other."

غیر یقینی اصول کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آپ ذرے کے مقام اور اس کی رفتار کی بیک وقت پیمائش نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب

کسی سسٹم کی درست پیمائش نہیں ہوسکتی تو مستقبل میں اس کی مجموعی صورت حال کی پیشین گوئی بھی ناممکن ہوگی۔ بقول اسٹیفن:۔

"This uncertainty of Heisenberg showed that one could not measure the state of a system exactly, so one could not predict the probabilities of different outcomes. It was this element of chance, or randomness, that disturbed Eienstein."

درست پیمائش کی بڑی اہمیت ہے اگر ابتداء میں بہت ہی معمولی سی نادرستگی ہوتو آگے چل کر اس کے ناقابل تلافی نتائج رونما ہوتے ہیں۔ خصوصاً بگ بینگ کے وقت اس کی بہت بڑی اہمیت تھی۔ اب تو کائنات کی وسعت سے مظاہر فطرت ایک دوسرے سے بہت زیادہ دور ہوچکے ہیں بلکہ دور ہورہے ہیں۔ لیکن ابتدائے کائنات میں اس سے مختلف صورت حال تھی۔ اسٹیفن کہتے ہیں:۔

"This uncertainty is not so important at the present time, when things are far apart, so that a small uncertainty in position does not make much difference. But in the very early universes, everything was very close togather, so there was quite a lot of uncertainty, and there were a number of possible states for the univers..... Thus the complescity of the universe around us and its details arose from the uncertainty principle in the early stages. This gives a whole family of possible histories for the universe."

وہ مزید کہتے ہیں کہ غیر یقینی اصول عام حالات میں اتنا اہم نہیں ہوتا کیونکہ

"This does not matter in normal situations, because radius of curvature of space-time is very large compared to the uncertainty in the position of particle. However, the singularity theorms indicate that space-time will be highly distorted, with a small radius of the univers. In this situation the uncertaity principle will be very important.

آئن سٹائن کے نظریہ عمومی اضافیت میں کوانٹم فزکس کا کوئی کردار نہیں اس لئے اس میں بے یقینی کی یہ کیفیت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہ کوانٹم فزکس کے بالکل برعکس کائنات کے بڑے بڑے اجسام کی وضاحت کرتی ہے۔ اس لئے سائنسدان گذشتہ کئی عشروں سے ایک ایسی تھیوری کی تلاش میں تھے جو ان دونوں نظریات کو یکجا کر سکے۔ اسٹیفن اس بارے میں کہتے ہیں:

"In order to discuss the beginning of the universe, we need a theory that combine general relatvity with quantum machanics that theory is quantum theory. We do not yet know the exact form the correct theory of quantum qravity will take. The best candidate we have at the moment is the theory of superstrings."

اب سپر سٹرنگ تھیوری مکمل یونیفائڈ تھیوری کی امیدوار نہیں رہی بلکہ اس کی جگہ "M" تھیوری نے لے لی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسٹیفن کچھ دیگر تھیوریز کی بات کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ''اب ہم آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت اور فین مین کے متعدد تواریخ (Sum over histores) کے تصور کو ملا کر ایک مکمل متحدہ تھیوری بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جو کائنات میں واقع ہونے والی ہر چیز کو بیان کرے گی۔ زیادہ تر تواریخ زہین حیات کے لئے موزوں نہیں۔ تاہم فین مین کی متعدد تواریخ کافی امکانیت کی حامل ہے''

متعدد تواریخ کا نظریہ ایک امریکن سائنسدان رچرڈ فین میں (Richard Feynman) کا پیش کردہ ہے۔ حقیقی اور فرضی وقت کے لحاظ سے اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ بقول اسٹیفن مختصر یہ کہ

"Another element that we expect to be present in the ultimate theory is feynmen's proposal that quantum theory can be formlated as 'sum over histories, In its simplest form the idea is that every particle has every possible path, or history in space - time, Each path or history has a probability that depends on its shape."

آگے چل کر وہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

"In the case of quantum gravity, feynmen's idea of a sum over histories

would involve summing over different possible histories for the universe that is, different space-time, These would represent the history of the universe and everything in it."

فین مین کے مطابق جس طرح ایک ذرے کے مختلف Paths یا Histories ہوتی ہیں۔ اسی طرح کائنات کی بھی مختلف تواریخ ہوتی ہیں۔ جو زیادہ تر احتمالات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اسٹیفن اس بات کی یوں وضاحت کرتے ہیں:۔

"Quantum physics tells us that no matter how thorough our observation of the present, the (unobserved) past, like the future, is indefinite and exists only as a spectrum of possibilities. The universe, according to quantum physics, has no single history."

ابتداء میں کائنات کے پھیلاؤ (Inflation) کے بارے میں اسٹیفن کا کہنا ہے کہ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے کائنات میں موجود مواد صاف الفاظ میں عدم سے وجود میں آیا۔ ان کے اپنے الفاظ میں:

"It produced all the contents of the universe quite literally out of nothing."

وہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات جب صرف ایک نقطہ (Single point) تھی تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

لیکن اب، ان کے اپنے الفاظ میں:

"Yet there are now at least $10^{80}$ particles in the part of universe that we can bserve. Where did all these particles comes from? The answer is that relativity and quantum machanics allow matter to be exacted out of energy in the form of particle antiparticle pain and where did the energy come from to creat this matter? The answer is that it was borrowed from the gravitational energy of the universe. The universe has an enormous delt of negative gravitational energy, which exactly balances the positive energy of the universe."

میرے خیال میں یہاں پر اسٹیفن نے کائنات اور منفی گریویٹیشنل توانائی کو الگ الگ ظاہر کیا ہے۔ بہرحال اس کی وضاحت کوئی سائنسدان ہی کرسکتا ہے۔

کوانٹم میکینکس اور نظریہ اضافیت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ

"In classical machanics one can predict the results of measuring both the position and the velocity of a particle. In the quantum machanics the uncertainty principle says that only one of these measurments can be predicted."

کسی بھی شے کی مستقبل کے لئے پیشین گوئیوں میں ایسے ہی احتمالات اور امکانات (probibities) کی بھرمار سے آئن سٹائن خوف زدہ تھا اس لئے انہوں نے کبھی بھی کوانٹم مکینکس کو پوری طرح قبول نہیں کیا' حالانکہ نظریے کی وضاحت اور ترقی میں ان کا اہم کردار ہے۔ اس نظریے میں بنیادی قوانین پر اٹکل پچو اور ناقابل پیشنگوئی کے عنصر سے تنگ آ کر آئن سٹائن نے کہا تھا: "God does not play dice." لیکن اسٹیفن نے آئن سٹائن کے اس جملے کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی ہر کتاب میں اس جملے کی سختی سے تردید ہی نہیں کی بلکہ مذاق بھی اڑایا ہے۔ مثلاً بلیک ہولز پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"It therefore seems that Eienstein was doubly wrong when he said 'God does not play dice". Concideration of particles emission from black holes would seem to suggest that God doesnot only play dice but also some times throws them where they cannote be seen".

آئن سٹائن ایک بہت بڑے سائنسدان تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ایک مذہبی انسان تھے انہوں نے درست کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پروگرام کو اپنے بتائے ہوئے قوانین کے تحت ہی تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ کائنات میں ہر کام قانون اور قاعدے سے سرانجام پاتا ہے۔ خود اسٹیفن تسلیم کرتے ہیں کہ

"It is now generally accepted universe evolves according to well-defined laws these laws may have ordained by God. But it seems that he doesnot

intervene in the univers to freak the laws."

ان کا یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قوانین کو نہیں توڑتے لیکن جیسا کہ ارتقائی یا سریانی نظریے والوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک صانع ہے جس نے کائنات تو بنادی لیکن اب اللہ کا کائنات سے کوئی تعلق نہیں وہ صرف مشاہدہ کررہا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق اللہ کی ذات انسانی نگاہوں سے پنہاں اور پوشیدہ ہے لیکن یہ جملہ کائنات اس کی صفت خالقیت وربوبیت کی مظہر اور اس کی ہستی کی زندہ شہادت ہے۔ یوں وہ بے ہمہ (Transcendent) بھی ہے اور باہمہ (Immanent) بھی ہے اور اُس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ 57:3۔ اسٹیفن نے اس نکتے پر اپنے آپ کو صرف آئن سٹائن کی تنقید تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہمہ گیر علم کو بھی چیلنج کیا ہے جس کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ اگر انسان کو ابھی تک بلیک ہولز یا کائنات کے دیگر قوانین کا علم نہیں ہوسکا تو اس کا یہ مطلب نکالنا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو بھی (نعوذ باللہ) نہیں' صرف اللہ کی صفات کا ہی نہیں بلکہ خود اللہ کے انکار کے مترادف ہے۔ اسٹیفن تو خیر پہلے ہی ان باتوں سے لاتعلق ہے مگر حیرت ہے کہ انہوں نے اس نتیجے کو اخذ کرنے کے لئے سائنسی منہاج (Scientific mathod) اختیار نہیں کیا۔ اسی لئے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ایک ماہر فلکیات فریڈ ہائل کا قول ان پر سو فیصد صادق آتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔ ''مجھے عجیب سا لگتا ہے کہ بیشتر سائنسدان مذہب سے پہلوتہی کرتے ہیں لیکن یہ ان کے اعصاب پر پیشہ ور مذہبی لوگوں سے بھی زیادہ سوار رہتا ہے''۔ (Mind of God از ڈیونر پال)۔

اسٹیفن نے اپریل 1990ء میں کیمبرج میں ایک لیکچر دیا تھا جو ان کی کتاب (بلیک ہولز) میں Is every thing (Determined کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے غیر یقینی نظریے کا تعلق انسانی دماغ سے بھی جوڑا ہے۔ اور انسان کے اختیار وارادہ کی آزادی' اس کے نتیجے میں انسان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں اور انسانی رویے یا طرز عمل (Behaviour) کے بارے میں پیشن گوئی جیسے اہم مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نیچرل لاز' انسانی جینز' D.N.A' نامی یا غیر نامی ارتقاء اور مکمل یونیفائڈ تھیوری کوئی چیز حتی کہ ستاروں کی گردش بھی انسانی اختیار وارادہ کی آزادی کو سلب نہیں کرسکتی۔ انہوں نے کسی شے یا انسان کی آزادی اور مجبوری کو پرکھنے کا ایک بنیادی اصول مقرر کیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں:۔

"The ultimate objective test of free will would seem to be, can one predict the behaviour of the organism? If one can, then it clearly does not have free will but is predetermined, on the other hand if one cannot predict the behaviour,

one could take that as an operational definition that the organism has free will."

وہ اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ مکمل متحدہ نظریہ اس کی پیشین گوئی کر سکے گا کہ "What people will do?" ان کا کہنا ہے کہ جس مساوات (Equation) میں دو ذرات ملوث (Involve) ہوں اسے درست طور پر حل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر تین یا زیادہ ذرات کی صورت میں اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ انسان کے رویے کی پیشن گوئی اس لئے ناممکن ہے کیونکہ:۔

"The human brain contains about $10^{26}$ or a hundred million billion billion particles. This is too many for us ever to be able to solve the equations and predict how the brain would behave."

اسٹیفن کے نزدیک یہی ایک اہم وجہ (The real reason) ہے جس کی وجہ سے انسانی رویے کی پیشین گوئی نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جبریت (Determinism) سے متعلقہ سوالات کے جوابات بھی مکمل متحدہ نظریہ نہیں دے سکتا البتہ "Nevertheless, the intelligence that have developed for other reasons may well ensure that we find the right answers of these questions.

ان کے خیال میں ہماری ذہانت کا یہ ارتقاء غاروں کے زمانہ یا اس سے بھی پہلے شروع ہوا تھا۔ جب ہمارے آباواجداد نے اپنی خوراک کے لئے کچھ جانوروں کو مارنا اور خود کو ان کے حملوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ سیکھا تھا۔

اسٹیفن نے انسانی اختیار وارادہ کی آزادی' خالص طبیعی قوانین کی رُو سے ثابت کی ہے۔ لیکن علامہ اقبالؒ ان سے تقریباً ساٹھ سال قبل علم وحی کی رُو سے انسان کی اس آزادی کا اثبات میں ذکر کر چکے تھے انہوں نے اپنے چوتھے خطبے میں ان مسائل پر بڑی مفید اور تفصیلی بحث کی ہے۔ وہ انسان کو محض طبیعی نظر سے ایک شے نہیں سمجھتے۔ وہ فرماتے ہیں ''لہٰذا میری شخصیت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مجھے ایک شے سمجھیں میں شے نہیں عمل ہوں میرے محسوسات و مدرکات کیا ہیں؟ اعمال وافعال کا وہ سلسلہ جن میں ہر عمل دوسرے پر دلالت کرتا ہے اور جو ایک دوسرے سے رابطہ میں ہیں تو اس لئے کہ ان میں کوئی راہنما مقصد کام کر رہا ہے۔ میری ساری حقیقت میرے اسی امر آفریں رویے میں پوشیدہ ہے۔ میں کوئی شے نہیں کہ آپ ایک شے مکانی کی طرح میرا ادراک کریں''۔

یہاں امر سے علامہؒ کی مراد خودی' انا' روح یا 'Divine Energy' ہے۔ خود اختیاری (Free Will) کو علامہؒ انسان کی

منفرد خصوصیت سمجھتے ہیں جسے اللہ بھی سلب نہیں کرتا۔ ان کے اپنے الفاظ میں۔ ''اگر میرے دانت میں درد ہے تو ممکن ہے دندان ساز مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرے لیکن درد کا احساس تو مجھی کو ہوگا۔ لہٰذا میرا حظ و کرب علیٰ ھذا میری خواہشات ہیں اور میرا حظ و کرب دوسروں کا نہیں، یعنی میری انفرادی خودی کا تار پود۔۔۔۔ میرے فیصلے اور میرے عزائم میری اور صرف میری ذات کا حصہ ہیں۔ خدا بھی تو ایسا نہیں کرے گا کہ میری جگہ خود محسوس کرنا یا حکم لگانا شروع کر دے۔ یا گر میرے سامنے ایک کی بجائے دو راستے ہیں تو خود ان میں سے ایک کا انتخاب کر لے۔۔۔۔ کیفیت نفسی کا یہی بے مثل ربط باہمی ہے جس کا اظہار ہم لفظ سے کرتے ہیں''۔

علامہ اقبالؒ کے زمانے میں کوانٹم تھیوری نئی نئی سامنے آئی تھی، پھر بھی انہوں نے جواہر (Atoms) کی خصوصیات کے تذکرے میں کوانٹم تھیوری کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جوہر کی کوئی ذہنی تصویر قائم نہیں کر سکتے۔ مگر پھر جدید طبعیات میں بھی تو عالم طبیعی کی ہر مقدار کے اصل جوہر کا تصور بطور عمل ہی کے کیا جاتا ہے۔ بقول پروفیسر ایڈنگٹن (Quantam Theory) کی ٹھیک ٹھیک تشکیل ابھی باقی ہے۔ گو خیال یہی ہے کہ اس میں جوہریتِ عمل (Atomicity of action) ہی کا قانون کارفرما ہے اور اس لئے برقیوں کا ظہور بھی کسی نہ کسی طرح اسی قانون سے وابستہ''۔ علامہ اقبالؒ نے مشہور فلسفی نظام کے نظریہ طفر یعنی زقند یا جست (Jump) پر بات کرتے ہوئے امریکی سائنسدان فین مین سے برسوں پہلے ذرے کے مختلف راستوں (Paths) کا ذکر بھی کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں ''لیکن یہاں یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ جدید طبعیات کے نظریہ جواہر میں بھی اس مشکل کا کچھ ایسا ہی حل تجویز کیا گیا ہے۔ چنانچہ پلانک کے نظریہ مقادیر کے تحت جو تجربات کئے گئے ہیں ان کی رُو سے اب یہ کہنا ناممکن ہے کہ جوہر مکاں میں بہ تسلسل اپنا راستہ طے کرتا ہے۔ اپنی تصنیف ''سائنس اور عصر حاضر'' میں پروفیسر وائٹ ہیڈ نے لکھا ہے ''ہم اس امر کی توجیہ شاید یہ فرض کرتے ہوئے زیادہ کامیابی سے کر سکتے ہیں کہ جوہر مکان سے اس طرح نہیں گذرتا کہ برابر ایک راستے پر چلتا رہے۔ اس کی ہستی قائم ہے تو اس طرح کہ مکان بسیط میں ایک مدت زمانی کے بعد دوسری مدت زمانی کے دوران میں علی التواتر مختلف جگہوں پر ظاہر ہوتا رہے۔'' اسی اصول کو بنیاد بنا کر بعد میں 'Feynman' نے اپنے (Sum over history) سم اوور ہسٹریز کے نظریے کو وضع کیا تھا۔

علامہ اقبالؒ کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے بھی کوانٹم تھیوری کا حوالہ دیا ہے۔ کچھ مغربی فلاسفر مثلاً لارڈ کلون، ڈیکارٹس، لینز، شوپنہار، نطشے، کانٹ، سپینوزا، ہیگل اور برگسان کی طرح وہ بھی مادے اور کائنات کی ''روحانی'' یا شعوری تشریح کرتے ہیں اس لئے انہوں نے کوانٹم تھیوری کا حوالہ بھی مادیت کے خلاف اور رُوحانی وضاحت کے حق میں دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"Philosophers have always insisted on a spirtual explanation of the universe

if their view-point could not receive a general acceptance, it was mainly due to the hinderance of science, But thanks to the the theory of relativity, The Quantum theory and the discovery of some facts of Biology, that hinderance has now ceased to exist and materialism, the idol of science, has received a shattering blow from science itself."

ڈاکٹر صاحب نے کوانٹم تھیوری کے بانی پروفیسر پلانک کے ایک انٹرویو جو 'observer' 26 جنوری 1931ء میں شائع ہوا تھا' کا ایک اقتباس دیا ہے جس کا حوالہ دینا قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ پروفیسر پلانک کہتے ہیں:

"I regard consciousness as fundamental. I regard matter as derivative from consciousness. We cannot get behind Consciousness. Every thing that we talk about, every thing that we postulate as existing requires consciousness."

کائنات کے مقابلے میں انسانی استدلالی علم کے محدود ہونے کے باوجود تاریخ شاہد ہے کہ انسان تشکیک کی کیفیت میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا کائناتی اشیاء پر غور وفکر اور تحقیق وتفتیش جاری رہتی ہے اور وہ بتدریج ان اشیاء کی حقیقت کا علم حاصل کر رہا ہے۔ اس لئے وہ جلد یا بدیر غیر یقینی اصول سے متعلقہ حقائق کا بھی ادراک کر لے گا۔ اور جان لے گا کہ اس کے بارے میں اس کی پہنچ کہاں تک ہے۔ پال ڈیویز نے ایسی صورت حال پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ ''چونکہ انسانی مشاہدہ کائنات کی وسعت کے مقابلے میں نہایت محدود ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ حقیقت کے کچھ پہلو انسانی استدلال کی قوت سے باہر ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت کے وہ پہلو مطلق معنوں میں غیر معقول ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارے دماغوں کی ساخت ہی ایسی ہو کہ ہم انہیں نہ سمجھ سکیں۔۔۔۔ چنانچہ کائنات پر غور کرتے ہوئے اس امکان کو نہیں بھولنا چاہئے کہ بعض اشیاء کی ماہیت ہماری قوت ادراک کی گرفت سے کلیتاً باہر ہو۔'' اس مضمون کے سائنسی حصے کا مواد اسٹیفن کی مندرجہ ذیل کتابوں سے لیا گیا ہے۔ ''بریف ہسٹری آف ٹائم''۔ ''بلیک ہولز اینڈ بے بی نیورونز''۔ ''یونیورس ان نٹ شیل''۔ ''دی گرینڈ ڈیزائن''۔ علاوہ ازیں ''آئیڈیالوجی آف دی فیوچر از ڈاکٹر رفیع الدین''۔ خطبات اقبالؒ۔ قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل از ڈاکٹر برہان احمد''۔ "Mind of God" از پال ڈیویز اور ''اقبال کا علم الکلام'' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

☆.....☆.....☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

# عقیدۂ روح پر تبصرہ

دنیا کے تمام مذاہب میں روح کا تصور پایا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مذہب کا دارومدار ہی روح پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں روحِ خداوندی کا تو تذکرہ موجود ہے۔ لیکن مروجہ روح انسانی کا کوئی تصور قرآن کریم نے نہیں دیا اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔ روح کا تصور مذہب میں ہوتا ہے۔ دین میں روح کے تصور کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں بھی جب دین مذہب میں تبدیل ہوا تو روح کا تصور اس کے ساتھ آنا لازمی تھا۔ اب چونکہ ہمارے ہاں مذہب کا دور دورہ ہے، اور ہماری پیشوائیت خالص مذہب کی داعی ہے اس لئے ہماری پیشوائیت ہر وقت روح کا ہی ذکر کرتی رہتی ہے۔

اس نہایت مختصر مضمون میں مروجہ روح انسانی کی تردید کے دلائل دیئے جائیں گے۔ نیز یہ بات بیان کی جائے گی کہ روح کا تصور کس طرح مسلمانوں میں داخل ہوا۔ لیکن اس سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مروجہ روح کے عقیدے کو تسلیم کرنے سے قوم کو کیا نقصان ہوتا ہے۔

جس قوم میں بھی روح کا تصور ہوگا، اس قوم کا مطمح نظر اس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم نے نہ تو روح کا اثبات کیا ہے اور نہ ہی اس کے تزکیہ کا کوئی تذکرہ ہے، تو اس کے ماننے والوں نے ازخود اس کے تزکیہ کے اصول مرتب کر لئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ روح کو تکلیف پہنچانے، پرستش کرنے، کونوں کھدروں، گوشوں اور زاویوں میں بیٹھ کر، اوراد و وظائف کرنے سے روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اس نظریہ کو تسلیم کرنے سے دنیا کے متعلق ایک منفی رویہ (Negative attidude) پیدا ہو جاتا ہے، اور دنیا اور دنیا کے امور سے تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک محسوسات کے علم کی کوئی قدر و قیمت و اہمیت نہیں ہوتی بلکہ ان کے نزدیک علم وہ ہی ہوتا ہے جو باطنی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علم کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل بھی نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ بھی روح کے تزکیہ کے لئے کیا جاتا ہے وہ اصل میں روح کو مارنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ غرض جس قوم میں بھی روح کا نظریہ مضبوط جڑیں پکڑتا جائے گا، قوم اسی قدر غارت

وبرباد ہوتی چلی جائے گی۔ اور ساری قوم پرستش کرنے میں ڈوب جائے گی۔ اور اِس کی آخری منزل تصوف ہوتا ہے۔ جب تک کوئی قوم پرستش میں مبتلا رہے گی، وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ اور پرستش سے اسی وقت تک پیچھا نہیں چھوٹ سکتا، جب تک کہ روح کا خیال دل سے نہیں نکلتا۔ چونکہ دین میں انسانی روح کا تصور نہیں ہوسکتا قرآن کریم نے نفس کا نظریہ پیش کیا ہے۔ قرآنِ کریم میں تین مقامات پر نفخ روح کا ذکر آتا ہے (32:9; 38:72; 15:25) اور ان آیات میں خداوندِ کریم نے روحِ خداوندی کو Define ہی کر دیا ہے کہ اس سے مراد سماعت، بصارت اور غور وفکر کی استعداد ہے۔ روح خداوندی کو نوعِ انسانی میں نفخ کرنے کے بعد، قرآن کریم نے اس کے لئے نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ نفسِ انسانی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک قوت ہے۔ جس کا نشوونما کرنا انسان کا فرض ہے۔ اور تزکیۂ نفس قرآنی اقدار کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہوتا ہے۔ مذہب اور دین دونوں میں جسم انسانی کے علاوہ کسی ایک کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ مذہب میں روح کو تسلیم کیا جاتا ہے اور دین میں نفس کو۔ نظریہ روح کو تسلیم کرنے سے ایک تو قرآن کریم کے خلاف ایک نظریہ تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے اس کے تسلیم کرنے سے دنیا بالکل تاریک ہوجاتی ہے جبکہ نفسِ انسانی کا نظریہ قرآن کریم کا عطا کردہ نظریہ ہے اور نفس کے تزکیہ سے اس دنیا میں غلبہ واقتدار، امر فہ الحالی، ایک بہترین معاشرہ، اور انسانی صلاحیتوں کی برومندی حاصل ہوتی ہے۔ نفس تزکیہ سے مضبوط ہوتی ہے اور موت سے بھی نہیں مرتی بلکہ زندگی کے مدارج طے کرتی ملتی ہے۔ قرآن کریم نے روح کے تزکیۂ کے کوئی اصول نہیں دیئے۔ اس کے برخلاف تزکیہ نفس کے اصول بیان کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب لوگوں کا تزکیہ نفس کرنا تھا 2:14 ;3:164۔ نفسِ انسانی کا تزکیہ دوسروں پر اپنی کمائی کو خرچ کرنے سے ہوتا ہے، اقدار خداوندی پر عمل کرنے سے تزکیہ ہوتا ہے۔ نفس انسانی کے مرکز کے لئے اسلامی نظام کو قائم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ نفس انسانی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی حامل ہوتی ہے۔ اور چونکہ اسلامی نظام کی اساس ہی صفات خداوندی پر ہوتی ہے۔ اس لئے اس نظام کی اطاعت سے نفس نسانی میں اللہ تعالیٰ کی صفات ازخود نمود پذیر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ صفات خداوندی کو اپنی ذات میں منعکس کرنے سے تقربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے قرآنِ کریم میں روح انسانی کا کوئی حوالہ نہیں آتا۔ ہم مسلمانوں میں روح کا عقیدہ وضعی روایات کی رُو سے آیا ہے۔ اس بارے میں آپ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ پس اس کی پشت سے ارواح گریں۔ جن کا خالق اللہ ہے آدم کی اولاد سے قیامت کے دن تک۔ مشکوٰۃ شریف، باب الایمان۔

(2) مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ آیت اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ کے متعلق حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں

نے رسول اللہ سے سنا کہ جب ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تحقیق اللہ نے آدم کو پیدا کیا تھا پھر اس کی پشت پر دایاں ہاتھ پھیرا بس اس کی پشت سے اس کی اولاد نکلی۔ مشکوٰۃ۔ باب الایمان

(3) حضرت ابودرداء حضورؐ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا بس اس کے دائیں شانہ پر ہاتھ پھیرا تو مورچہ جیسی نورانی اولاد نکالی۔ پھر ان کے بائیں بازو پر ہاتھ پھیرا تو کوئلوں جیسی سیاہ اولاد نکالی (ترمذی شریف۔ ابودرداء شریف)

یہ تین احادیث تو آپ نے ملاحظہ فرمالیں اسی مضمون کی اور کافی احادیث دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مفسرین کے ذہن میں ان احادیث کا یہ مضمون موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا کیا تو پہلے تو آدم کو بنایا اور اس کی پشت سے کروڑوں ارواح کو نکال لیا۔ وہ ارواح اب بھی کروڑوں کی تعداد میں عالم ارواح میں موجود ہیں۔ جب کوئی نطفہ جنین کی شکل اختیار کرتا ہے اور چار ماہ کا ہوجاتا ہے تو اس ذخیرۂ ارواح سے ایک کو لے کر اس جنین میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان نظریات کو پیش نظر رکھنے کے بعد مفسرین نے اِس آیت کی جو تفسیر کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس بات کا خیال رکھیں کہ اب تک تو روح کا نظریہ روایات تک محدود تھا۔ لیکن اب تفسیر بالروایات کے ذریعے قرآن کو بھی ساتھ ساتھ لپیٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ارشاد عالی ہے۔

**وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ** (7:172)۔ (ترجمہ) اور جس وقت نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا اُن سے ان کی جان پر کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے البتہ ہم قائل ہیں۔ کبھی کہو قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی یا کہو شرک تو نکالا ہمارے باپ دادوں نے پہلے اور ہم ہوئے ان کی اولاد ان کے پیچھے تو ہم کو کیوں ہلاک کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کیا ہے۔ ویاد کن چوں گرفت پروردگار از بنی آدم از پشت ایشاں اولاد ایشاں داو گواہ گرداند ایشاں را بر ذات ایشاں۔ گفت آیا نیستم پروردگار شما گفتند آرے ہستی۔ یہاں آپ یہ بات غور فرمائیں کہ آیت کے ترجمہ میں شاہ ولی اللہ نے ''کہ چوں گرفت پرودگار تو از بنی آدم از پشت ایشاں اولادِ ایشاں را'' کیا ہے۔ یعنی تیرے پروردگار نے بنی آدم کی اولاد سے ان کی اولاد نکالی''۔ یہ ترجمہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ آیت میں بنی آدم کا لفظ موجود ہے۔ لیکن اس آیت کے ذیل میں حاشیہ یہ درج کیا ''روزِ میثاق از آدم اولادِ اُو پیدا کرد''۔ یعنی یہ کہ روز میثاق آدم سے اس کی اولاد پیدا کی۔ ترجمہ اور حاشیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ فرق صرف روایات کو Justify کرنے کے لئے ہے۔ اوّلاً تو یہ کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے **اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ**۔ یعنی

اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کی پیٹھوں سے اولاد نکالی۔ لیکن حدیث میں یہ ہے کہ اللہ نے آدم کی پیٹھ سے اولاد نکالی۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے جمع کا لفظ ظہورھم استعمال کیا ہے جبکہ حدیث میں واحد کا لفظ ظھرہ استعمال ہوا ہے۔ یہاں جو شاہ ولی اللہ نے اپنی طرف سے ایزاد کیا ہے وہ بالکل Intellectual Dishonesty ہے۔ اور اس کی ذمہ دار صرف وضعی روایات ہیں۔

احادیث اور تفسیر بالروایات کے ذریعے روح کا تصور ہم میں در آیا۔ اور سخت تحیر و استعجاب اِس بات پر ہے کہ تیرہ سو سال سے تمام مفسرین کرام یوم میثاق اور یوم الست کا عقیدہ' ان احادیث کی وجہ سے مانتے چلے آ رہے ہیں۔ حالانکہ بات بڑی واضح ہے کہ آیت میں بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اکیلے آدم کی پیٹھ سے ان کی قیامت تک کی اولاد نکالنے کا ذکر نہیں ہو رہا ہے۔

اِس آیت کی تفسیر میں ہمارے مفسرین سے جو لغزش ہوئی کہ انہوں نے یہ چار الفاظ اشھد' قالوا' اخذ اور شھدنا کو ماضی کے صیغے شمار کر لیا ہے اور ان کی صرف ایک غلطی سے ان کی سوچ لغزش کر گئی۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ سنتِ جاریہ کے لئے قرآن نے ہمیشہ ماضی کے صیغے استعمال کئے ہیں۔ جبکہ مراد اِس سے مضارع ہی ہوتا ہے ارشاد عالی ہے۔ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (2:22)۔ ترجمہ' اور آسمان سے پانی برسایا پھر اسی سے تمہارے کھانے کے لئے بعض پھل پیدا کئے۔ اسی طرح ارشاد عالی ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (16:78)۔ اور خدا تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالتا ہے اِس حال میں کہ تم ناسمجھ تھے۔ ان دونوں آیات میں سنت جاریہ کا بیان ہے۔ ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں لیکن یہاں ان کا ترجمہ مضارع میں ہوتا ہے' ماضی میں ہو ہی نہیں سکتا۔ چونکہ نوعِ آدم کی پشت سے اولاد کا ہونا صرف ماضی میں نہیں تھا۔ بلکہ یہ سنتِ جاریہ ہے اس لئے ان چاروں الفاظ کے معنے مضارع میں ہوں گے۔ اگر آپ آیت کا ترجمہ ہی درست کر لیں' تو یوم میثاق کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ اے رسول وہ وقت قابل ذکر ہے جب تمہارا پروردگار بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد پیدا کرتا ہے اور اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۛ۔ اور (اللہ اُنہیں) اُن کی اپنی اپنی جانوں پر اس بات کا گواہ ٹھہراتا ہے کہ اللہ ہی ان کی ربوبیت کر رہا ہے ہمارا اپنا رات دن کا مشاہدہ ہے اور ہم خود اس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ ہی ہماری ربوبیت فرما رہا ہے اور ہمیں رزق اسی کی ذات سے مل رہا ہے۔ بچہ کی پیدائش کے فوری بعد ماں کا دودھ مہیا ہوتا ہے۔ بچہ خود تو کسی قابل بھی نہیں ہوتا۔ اس سے بڑھ کر اس کی ربوبیت کی اور کیا گواہی ہو سکتی ہے۔ بچہ کی عمر کے ساتھ ساتھ دودھ میں غذائیت بڑھتی چلتی ہے۔ رزق کی پیداوار کے لئے بارش کا سلسلہ بخارات کا اٹھانا' فصلیں اگانا' پھل پیدا کرنا' سورج کا فصلوں کو پکانا۔ چاروں طرف

اس کی ربوبیت کا مشاہدہ موجود ہے اور ہمارے نفوس اس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری سب کی ربوبیت و پرورش کر رہا ہے۔

فراموشت نکردا یزد دراں حال — کہ بودی نطفۂ مدفون و مدہوش
روانت داد و عقل و فہم و ادراک — جمال و حسن و رائے و فکرت و ہوش
دہ انگشت مرتب ساخت برکف — دو بازویت مرتب کرد بر دوش
کنوں پنداری اے ناچیز نامت — کہ خواہد کردنت روزی فراموش

اس تمہید کے بعد آیت کا مفہوم عرض ہے کہ اے رسول یہ بات قابل غور ہے کہ آپ کا رب نوع انسان کی پشتوں سے ان کی اولاد پیدا کرتا ہے اور ساری کائنات کو رزق مہیا کرنے کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو خود اپنے پر گواہ بنایا ہوا ہے کہ اس کو رزق مل رہا ہے۔ ہر شخص اِس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس کو رزق مل رہا ہے اور اِس رزق کا دینے والا اس کا رب ہے ہر شخص اپنے روزمرہ کے مشاہدہ سے یہ بات کہتا ہے کہ اے پروردگار بے شک تو ہمارا رب ہے اور قیامت کے دن بھی ہم اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہم تیری رزاقیت اور ربوبیت سے بے خبر نہیں ہیں۔

اب مروجہ روح کی تردید کا بیان شروع ہوتا ہے

(1) نزول قرآن کریم کے وقت عرب معاشرہ فلسفہ سے بالکل ناواقف تھا اس لئے ان کے ہاں روح کے معنے Soul یا Spirit کے نہیں تھے۔ یہ تو بنوعباس کے دَور میں فلسفہ مسلمانوں میں رائج ہوا اور اسی دور میں ہماری تفاسیر تحریر کی گئیں اِس لئے انہوں نے روح کا ترجمہ Soul کر دیا ورنہ عربوں میں روح کے معنے وحی کے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی روح کو وحی کے معنے میں استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ یا اس کے متعلقات روحٌ۔ روحٍ۔ روحی۔ روحنا۔ قرآن کریم میں بیس (20) مقامات پر آئے ہیں اور سب جگہ ان کے معنے وحیٌ وحی پانے والا یا وحی لانے والا کے ہیں۔

روایات میں جو یہ بات مذکور ہے کہ جب جنین چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے اور یہ زندہ ہو جاتا ہے' لیکن یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ زندہ جسم کی ہر چیز زندہ ہوتی ہے۔ نطفہ تو خود ہی زندہ ہوتا ہے۔ اس کے جرثومے حرکت کر رہے ہوتے ہیں اس لئے نطفہ یا جنین میں روح ڈالنے کا تصور ہی غلط ہے۔

(2) قرآن کریم نے کئی مقامات پر رحم مادر میں جنین کے ارتقائی مراحل کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ ارشاد عالی ہوتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (14-12-23:14) اور ہم نے آدمی کو گیلی مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو محفوظ جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا پھر ہم نے منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے لوتھڑے کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنین کی ارتقائی منازل کو کس حسن وخوبی سے بیان فرما دیا ہے۔ موجودہ میڈیکل سائنس ان مراحل میں سے کسی ایک مرحلہ کا بھی انکار نہیں کرتی۔ ان تمام مراحل کا بیان قرآن کریم میں اور مقامات پر بھی کیا ہے اور کسی جگہ بھی ادخال روح کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔

روح کی تردید کے بارے میں مزید دو آیات بھی بہت غور طلب ہیں۔ یہ آیات سورہ انعام اور سورہ زُمر میں آئی ہیں۔ آپ ان دونوں آیات کو بمعہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (6:60) اور وہی خدا ہے جو تمہیں رات کو اٹھا لیتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کیا وہ جانتا ہے۔ پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے تاکہ زندگی کی وہ میعاد جو معین ہے پوری کی جائے۔ پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے پھر تم دنیا میں جو کچھ کرتے تھے وہ تمہیں بتائے گا۔

(2) سورہ زمر میں یہی مضمون اِس طرح ارشاد ہوتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (39:42)۔ ترجمہ: خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی نفوس اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو لوگ نہیں مرے ان کی نیند میں۔ بس جن کے بارے میں خدا موت کا حکم دے چکا ہے ان کی نفوس کو روک لیتا ہے اور باقی کو ایک مقررہ وقت تک کے واسطے بھیج دیتا ہے۔ جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لئے یقیناً بہت نشانیاں ہیں۔

یہ دونوں آیات بڑے غور کی متقاضی ہیں۔ ہمارے سابقہ مفسرین چونکہ سائیکولوجی، علم سے ناواقف تھے اسی لئے وہ اس آیت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے۔ اِس دور میں بھی ان آیات کو وہ ہی سمجھ سکتا ہے جس کو سائیکلوجی پر عبور ہو اور اس علم میں ذہن انسانی جہاں تک پہنچا ہے اسے اس کا علم ہو۔ ہماری اپنی معلومات کے مطابق یہ علم اب تک Personality, Conciousness، وغیرہ کو نہ تو Define ہی کر سکا ہے۔ اور نہ ہی کوئی حتمی معلومات حاصل کر سکا ہے۔ اِس علم کے ماہرین میں سخت اختلاف ہے کہ نیند کے دوران شعور active ہوتا ہے یا نہیں۔ بہر حال ان آیات کی صحیح تفسیر آئندہ کے ادوار میں آئے گی۔ لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ ان آیات سے یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے کیونکہ اِس دور میں جب قرآن نازل ہوا، اس قسم کے مباحث دین میں آ ہی نہیں سکتے تھے۔ اور نہ کوئی شخص اِس علم کے ان رموز ونوامض سے واقف تھا۔ اس وقت یہ باریک مسائل وحی ہی بتا سکتی

تھی۔علم نفسیات کوInvolve کئے بغیر روایتی تفاسیر میں اِس آیت کی تفسیر تدبر قرآن میں یہ تحریر کی گئی ہے ''قرآن نے یہاں ہر شب میں سونے کو وفات اور ہر صبح کے اُٹھنے کو بعث سے تعبیر کر کے توجہ دلائی ہے کہ مرنا اور اٹھنا تو ہر روز ہو رہا ہے۔جس طرح تمہارا سونا اور جاگنا ہے' اسی طرح تمہارا مرنا اور اُٹھنا ہے اور جس طرح تم میں سے کسی سونے والے کے دن کے اعمال سے خدا لاعلم نہیں ہوتا' اسی طرح جب تم موت کی نیند سوؤ گے تو خدا تمہاری زندگی کے اعمال بھول نہیں جائے گا اور جس طرح تمہاری ہر شب کی نیند کے بعد صبح ہوتی ہے اور تم آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھتے ہو اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی اور تم ایسا محسوس کرو گے کہ یہ جو کچھ ہوا سب صبح و شام کا حصہ تھے۔تدبر قرآن جلد سوم۔صفحہ 69۔

ان دونوں آیات کا مفاد یہ ہے کہ اللہ نفوس کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو لوگ مرتے نہیں ان کی نیند کی حالت میں پھر جن لوگوں پر موت وارد ہوتی ہے ان کے نفوس کو روک لیتا ہے' اور جن پر موت طاری نہیں ہوتی ان کے نفوس کو واپس بھیج دیتا ہے ایک معینہ مدت کے لئے۔نیند اور موت کے وقت نفس انسانی (شعور) کو روک لینے کو قرآن نے وفات دینے سے تعبیر کیا ہے۔نیند میں شعور کام نہیں کرتا۔اگرچہ وہ In-active ہوتا ہے لیکن معدوم نہیں ہوتا صرف وقتی طور پر معطل ہوتا ہے۔کیونکہ نیند سے بیدار ہونے پر اُسے واپس کر دیا جاتا ہے۔اس آیت میں نفس سے مراد انسانی شعور ہے اور وفات دینے سے مراد اُسے عارضی طور پر معطل کرنا ہے۔نیند اور موت دونوں حالتوں میں انسانی شعور معطل ہو جاتا ہے۔موت کی حالت میں اُسے واپس نہیں کیا جاتا۔وہاں ہی روک لیا جاتا ہے۔نیند کی حالت میں واپس کر دیا جاتا ہے دونوں آیات کے مطابق موت میں بھی شعور کو معطل کیا جاتا ہے۔شعور معدوم کسی حالت میں بھی نہیں ہوتا۔ان دونوں آیات نے موت اور نیند کے فرق کو واضح کیا ہے۔لیکن آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ روح کا کوئی تذکرہ دونوں آیات میں نہیں آتا۔یہ دونوں آیات روح کے تصور کی تردید کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں اگر کوئی صاحب روح کی تردید کے موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں تو وہ google میں جا کر' soul اور spirit پر جمع کردہ لٹریچر ملاحظہ فرمالیں ان کے لئے ایک نئی دنیا کا دروازہ کھل جائے گا۔اور اس قدر مواد ہے کہ سالوں میں بھی ختم نہیں ہو سکتا۔

سارا ہی شہر اس کے جنازے میں تھا شریک
تنہائیوں کے خوف سے جو شخص مر گیا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆.....☆.....☆

# بنجر پاکستان میں، باغبانی اور جنگل کاری

☆ باغبان ایسوسی ایشن کا ماٹو ''قرآن فہمی اور باغبانی'' ہے

☆ 2013ء مری میں باغبانی کی صد سالہ سالگرہ ہے

☆ پاکستان بھر کے باغبانوں، زرعی اداروں، زرعی یونیورسٹیوں اور پورے پاکستان کے محکمہ جنگلات اور محکمہ ماحولیات کے دانشور خواتین وحضرات سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ 2013ء کو

''بنجر پاکستان میں باغبانی اور جنگل کاری'' کے طور پر منائیں اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

☆ بنجر پاکستان آباد ہوگا

☆ بنجر پاکستان میں باغبانی ہوگی

☆ بنجر پاکستان میں جنگل کاری ہوگی

☆ روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے

☆ غربت کے خاتمہ میں مدد ملے گی

☆ ماحولیات کے لئے یہ سال بطور خاص اہمیت حاصل کرے گا

☆ جہاں مری کے باغبان اپنی صد سالہ سالگرہ منائیں گے وہاں پورے پاکستان کا ساتھ دیتے ہوئے 2013ء کو باغبانی اور جنگل کاری کے طور پر منائیں گے

☆ 100 سالہ پودہ جات میں مری کا آملہ۔ دیسی انار۔ ناکھ ناشپاتی۔ اخروٹ۔ ہاڑی۔ شہتوت۔ بٹنگی۔ پھگواڑی اور ریٹھا کے پودے شامل ہیں۔ لاہور چڑیا گھر کا برگد کا درخت سو سالہ ہے۔ دیگر معلومات درکار ہیں۔

پتہ / رابطہ

(1) ملک حنیف وجدآنی صدر باغبان ایسوسی ایشن سنبل سیّداں نیو مری

(2) صبیغہ یاسمین سینئر نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن ٹبی سیّداں سوہاوہ جہلم

(3) تنویر صادق نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن میاں چنوں خانیوال

(4) ڈاکٹر حامد حسین نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن بلاک C ڈیرہ غازی خان

(5) طارق ایم ملک شعبہ نشتر واشاعت باغبان ایسوسی ایشن چارہان نیو میری

(6) احمد نواز خان تاحیات ممبر باغبان ایسوسی ایشن گاؤں گھماواں نوانشہر ایبٹ آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سید نصیر شاہ مرحوم (میانوالی)

# کیا خدمتِ دین کا معاوضہ لینا جائز ہے؟

## ایک غور طلب بحث

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت کا اختتام ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کوئی ایسا' انسان پیدا نہیں ہوگا جو خدا سے ہمکلام ہو اور براہ راست آسمانی ہدایت حاصل کر سکے۔ قرآنِ حکیم کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے تاکہ ہر زمانہ میں امت مسلمہ نور کے اس مینار سے ہدایت حاصل کر کے فریضۂ تبلیغ ادا کرتی رہے۔ یہ فریضہ فی الواقع ایسا مہتم بالشان ہے۔ جو انبیاء کرام ؑ ادا کیا کرتے تھے اسی لئے تو اس امت کو وارث کتاب مبین قرار دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ انبیائے کرامؑ وہ نفوس قدسیہ تھے جو اپنے ترکہ میں مال و دولت کے ڈھیر اور جائیدادوں کی طویل فہرستیں نہیں چھوڑ گئے۔ ان کا ورثہ تبلیغ حق ہے۔ اور ان حسین راہوں پر ان کے نقوش تابندہ ستاروں کی طرح ثبت ہیں جن کی خنک وسیمیں روشنی میں امت مسلمہ اپنی راہیں متعین کر سکتی ہے۔

ان برگزیدہ ہستیوں نے اعلان حق میں رائے عامہ کی کوئی پروانہ کی۔ انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ان کی حق گوئی سے اقتدار کی پیشانی شکن آلود ہو رہی ہے۔ انہوں نے دعوتِ حق کے جانکاہ مراحل میں پیٹ پر پتھر باندھے۔ جسمانی عذاب کی جان لیوا صعوبتیں برداشت کیں' گھر بار' بیوی بچے' اور خویش واقارب کو چھوڑا۔ اپنوں کی دشمنی مول لی۔ بیگانوں کے تیر سہے۔ مگر برا چاہنے والوں کا بھلا چاہنے سے بالکل نہ رُکے۔

## قرآن اور اُجرتِ تبلیغ

ظاہر ہے کہ جو عظیم فریضہ اس خلوص نیت سے ادا کیا جائے اس کے بدلہ میں اجرت طلب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ شمع صداقت کے پروانے اتنے پاکیزہ فرض کو سرانجام دے کر اس کے معاوضہ کے طلبگار ہوتے۔ کیا اس کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی بلند مرتبت قربانیوں کو چند ٹکوں کے عوض بیچ دیتے؟ نہیں ایسا کبھی ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی زبان سے خدا نے بار بار کہلوایا کہ وہ تبلیغ حق پر اُجرت کے طالب نہیں..... حضرت نوح علیہ السلام اعلان کرتے ہیں۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (سورۂ ہود)

اے میری قوم کے لوگو میں تم سے تبلیغ کے صلہ میں زر و مال کا طالب نہیں میرا اجر تو اللہ پر ہے۔

جناب ہود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اے میری قوم کے لوگو میں تم سے اُجرت کا طالب نہیں میرا اجر تو اللہ پر ہے

حضرت صالح علیہ السلام کا اعلان ہے۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بعینہٖ یہی الفاظ حضرت شعیبؑ اور حضرت لوطؑ کی زبانی نقل کئے گئے ہیں۔ نیز ان ہی اعلانات کو بار بار اس قدر زور سے دہرایا گیا ہے کہ ان کی اہمیت ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ خود حضور سرورِ عالمؐ کی زبانِ مبارک سے بار بار یہی اعلان کیا گیا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ

پس اگر تم نے پیٹھ پھیر لی تو میں نے تم سے کچھ اجرت تو طلب نہیں کی تھی

مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ

میں تم سے تبلیغ پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

فرما دیجئے کہ میں تبلیغ حق کے بدلہ میں تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر یہی ہے کہ جو چاہے وہ اللہ کا راستہ اختیار کر لے

سورۂ یٰسین میں ایک مردِ مومن کا قول نقل کیا گیا ہے۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

تم ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے تبلیغ پر اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں

قرآن حکیم کے ان اعلانات سے واضح ہے کہ اللہ کی طرف سے عائد کئے ہوئے فریضہ کی اجرت دنیاوی دولت نہیں ہو سکتی۔

## احادیث اور اجرتِ تبلیغ

یہ تو تھی قرآن حکیم کی صراحت۔ اب احادیث کی طرف آیئے۔ یہاں بھی آپ کو قدم قدم پر حضورؐ کے وہ اقوال ملیں گے جو صراحتاً اجرت علی التبلیغ سے ممانعت کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ کی روایت ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ ہم قرآن پڑھ رہے تھے کہ حضورؐ تشریف لائے ہم میں عربی بھی تھے اور عجمی بھی (جو مخارج کو اچھی طرح ادا نہیں کر رہے تھے) حضورؐ نے فرمایا پڑھتے رہو۔ سب کچھ درست ہے۔ بعد کے زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو مخارج تو خوش اسلوبی سے ادا کریں گے مگر اس دنیا میں اجرتِ قرآن لینے میں جلدی کریں گے۔ اور آخرت میں اپنے لئے کچھ نہ چھوڑیں گے۔ (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن فصل 2 صفحہ 191)

(2) عن عبدالرحمن ابن شبل عن النبی صلعم قال اقرو القرآن ولاتغلوفیه ولا یحبطومنه ولاتاکلوبه ولاتستکثروبه ۔ (مسند احمد ضحاوی۔ جلد 2)

عبدالرحمٰنؓ بن شبل سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قرآن پڑھو مگر اس میں غلو نہ کرو نہ اس سے دور رہو نہ اس کے عوض کچھ کھاؤ نہ مال جمع کرو۔

(3) شمس الائمہ سرخسیؒ نقل کرتے ہیں۔

قال صلعم لمدر س العلم ایاک والخبز الرقاق والشرط علی کتاب اللّٰہ تعالیٰ۔

(مبسوط جلد 16۔ صفحہ 34)

آنحضرتؐ نے ایک مدرسِ علم دین سے کہا تم اپنے آپ کو تعلیم دین کے بدلے پتلی پتلی چپاتیاں کھانے اور کتاب اللہ پر اجرت لینے سے بچاؤ۔

(4) ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عمرانؓ بن حصین نے ایک مرتبہ ایک واعظ کو دیکھا جو قرآن پڑھتا تھا اور ساتھ ہی سوال بھی کرتا تھا آپ نے یہ بدعت دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا میں نے حضورؐ انور کا یہ فرمان سنا ہے۔

من قرء القراٰن فلیسال اللّٰہ به سیجیئی اقوام یقرء ون القراٰن ویساء لون به الناس

(ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

جو قرآن پڑھے اُسے چاہئے کہ اپنی حاجات اللہ سے مانگے عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن اور اس کے بدلے لوگوں سے سوال کریں گے۔

علامہ دوازدہ علیہ الرحمتہ حاشیہ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

''یہ لوگ چاہے صراحتاً مانگ لیں یا سائلوں کی سی صورت بنا کر زبانِ حال سے مانگیں بہرحال برے ہیں''۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

من قرء القران یتاکل به الناس جاء یوم القیامته ووجهه عظم لیس علیه لحم (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کا معاوضہ لوگوں سے کھاتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کا چہرہ گوشت سے خالی ہوگا صرف ہڈیاں ہوں گی۔

شارحین اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

یہ سزا اس شخص کو ملے گی جو قرآن جیسی پر عظمت چیز کو دنیاوی مال و دولت جیسی حقیر چیز کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ پس خدا ایسی قبیح صورت میں اس کا حشر کرے گا۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

ابی بن کعبؓ سے ایک رویات ہے جو پوری صراحت کے ساتھ ہر اس چیز کو حرام قرار دیتی ہے جس میں معاوضۂ قرآن کا ذرا سا اشتباہ بھی ہو۔

(6) **عن ابی بن کعب قال علمت رجلا القراٰن فاھدیٰ لی قوسافذکرت ذلک النبی صلعم فقال ان اخذتھااخذت قوساً من نار فردوتھا۔** (ابن ماجہ)

ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن پڑھایا تھا۔ اس نے مجھے ہدیۃً ایک کمان دی میں نے حضورؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تو نے کمان لی ہے تو گویا آگ کی کمان لی ہے۔ میں نے یہ فرمان سنا تو کمان لوٹا دی۔

جہاد فی سبیل اللہ کے متوالے چونکہ تلوار اور کمان جیسے ہتھیاروں کو ہی سب سے بڑا تحفہ سمجھتے تھے اس لئے بالکل اسی قسم کا واقعہ حضرت عبادہؓ بن صامت کو بھی پیش آیا۔ اس روایت میں معاوضۂ قرآن وصول کرنے پر سخت ترین سزا کا ذکر ہے۔

(7) **عن عبادہ بن الصامت قال قلت یارسول اللّٰہ رجل اھدی الیٰ قوساً ممن کنت اعلم الکتاب والقرآن ولیست بمال فارمی علیھا فی سبیل اللّٰہ قال کنت محب ان تطوف طوقاً النار فاقلھا۔** (الوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت عبادہؓ بن صامت کہتے ہیں میں نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسولؐ اللہ ایک شخص کو میں پہلے قرآن پڑھایا کرتا تھا اس نے ہدیہ کے طور پر مجھے ایک کمان بھیجی ہے۔ اے اللہ کے رسولؐ یہ کوئی مال تو ہے نہیں (جسے اجرت شمار کیا جائے) میں اس سے کوئی نجی کام بھی نہ لوں گا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ میں تیر اندازی کروں گا۔ سرور کائنات نے فرمایا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری گردن میں دوزخ کی آگ کا طوق پڑے تو خوشی سے اس ہدیہ کو قبول کر لو۔

کیسی پُر خلوص اور بے طمع تعلیم ہے کہ ایک ایسا طالب علم جواب زیر تعلیم بھی نہیں بغیر یہ ظاہر کئے کہ یہ کوئی معاوضہ ہے اور بغیر مانگے ایک کمان نذر کرتا ہے۔ یہ کوئی مال بھی نہیں اور اسے استعمال بھی جہاد فی سبیل اللہ جیسے مقدس فریضہ میں کرنا ہے حضرت عبادہ اپنی طرف سے وضاحت بھی کرتے ہیں کہ یہ کوئی مال بھی نہیں اس سے ظاہر ہے کہ مال لینا تو پہلے بھی حرام سمجھتے تھے۔ ایسی چیز جو جہاد میں استعمال

ہوسکتی ہے اُسے لینے میں یا تو کچھ حرج محسوس نہیں کرتے اور یا خلجان میں پڑ کر حضورؐ سے سوال کرتے ہیں حضورؐ سختی سے منع فرماتے ہیں تا کہ اس ایک کمان کو حجت پکڑ کر بعد میں آنے والے دین کو ذریعۂ معاش نہ بنالیں۔

ایک اور روایت میں آپ نے اذان تک کی اجرت کو حرام کہا ہے۔

(8) **عن عثمانؓ بن ابی العاص قال قلت یارسول اللّٰہ صلعم اجعلنی امامہ قومی قال انت امامھم واقتد باضعفھم واتخذ مؤذنا لایاخذعلی اذانہ اجراً۔** (ابوداؤد۔نسائی۔مشکوٰۃ)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے اپنی قوم کا امام مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا تو امام ہے مگر کمزوروں کا خیال رکھنا (طوالت قرأت سے انہیں تکلیف نہ دینا) اور ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اجرت نہ لے"۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضورؐ نے امامت کی اجرت کو مسلمہ سمجھ کر اس سے ادنیٰ درجہ کی خدمت، یعنی اذان پر اجرت لینے سے منع فرمایا۔

## تعاملِ صحابہؓ

قرآن کی نصوص اور حدیث کی صراحتوں کے بعد تعامل صحابہؓ کو دیکھئے۔

**عن یحییٰ البکاء ان رجلا قال لابن عمر انی احبک فی اللّٰہ فقال لہ ابن عمر لکنی ابغضک فی اللّٰہ لانک تاخذ علی الاذان اجراً۔** (شرح المعانی الآثار۔طحاوی کتاب الاجارات جلد 2 صفحہ 270)

یحییٰ بکا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا میں آپ سے خدا کے لئے محبت کرتا ہوں آپ نے جواب دیا لیکن میں تم سے خدا کے لئے بغض رکھتا ہوں کیونکہ تو اذان پر اجرت لیتا ہے۔

بالکل اسی طرح کی روایت جناب فاروق اعظمؓ کے متعلق بھی مروی ہے۔

شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں۔

"ایک شخص نے حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپؓ نے جواب دیا میں تم سے عداوت رکھتا ہوں۔ اُس شخص نے پوچھا لِمَ یا امیر المومنین (کیوں یا امیر المومنین) آپ نے فرمایا۔ **بلغنی انک تاخذ علی الاذان اجرا** (مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم اذان پر اجرت لیتے ہو)۔

(المبسوط۔جلد 16۔کتاب الاجارۃ صفحہ 37)

## ائمہ اربعہ کا فتویٰ

ائمہ کرام کا فتویٰ بھی قرآن، حدیث اور تعامل صحابہؓ کے عین مطابق ہے۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی روایت کو دلیل بنا کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ تعلیم قرآن کی اجرت کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی روایت کے حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے۔

**فی ھذ الحدیث تحدید ووعید بدل علے تحریمه اخذالاجرة علے تعلیم القراٰن واحتج به ابو حنفیه۔** (حاشیہ مشکوٰۃ باب الاجارہ)

اس حدیث میں سخت ڈراوا ہے اور عذاب کی دھمکی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت حرام ہے امام اعظمؒ نے اسی حدیث کو دلیل بنا کر اجرتِ تعلیم قرآن کی حرمت کا فتویٰ دیا۔

علامہ عبدالرحمٰنؒ الجزائری لکھتے ہیں۔

**اماالاجارة علے الطاعات فاصول مذھب حنیفه تقتضے انها غیر صحیحته لان کل طاعته یخص بها لمسلم لایصح الاستنجار علیها ۔ ویستدلون بحدیث روی عنه علیه السّلام اقراء والقرآن ولا تاکلوبه ۔ وقد عهد عمرالی عمر بن العاص ان اتخذت مؤذناً فلا یاخذ علے الاذان اجر هذا هوا صلی مذهبهم۔** (الفقہ علی المذاہب الاربعہ جزو 3 قسم المعاملات صفحہ 169-170)

حنفی مذہب میں عبادت پر اجرت لینا صحیح نہیں کیونکہ ہر وہ طاعت جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے فرمایا ''قرآن پڑھو مگر اس کے بدلے کچھ نہ کھاؤ۔ نیز اس روایت سے حجت پکڑتے ہیں جس میں ہے کہ جناب فاروقِ اعظمؓ نے عمر بن العاصؓ کو کہا کہ ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔ یہی مذہب حنفیہ کی اصل ہے۔

حضرت امام شافعیؒ بھی اجرت علی الطاعات فی نفسہٖ کے مخالف ہیں۔

**لا تصح الاجاره علی الطاعات التی تجب لها کا الصلوٰة فرضاً کانت اونفلا ۔لاتصح الاجارة علی التدریس۔** (ایضاً صفحہ 188)

جو عبادات فرض ہیں ان پر اجرت لینا صحیح نہیں جیسے نماز خواہ فرضی ہو، خواہ نفلی اسی طرح تدریس دین پر بھی اجرت جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ بھی ایسی اجرت کو جائز نہیں سمجھتے۔

لایصح الاجارۃ علے فعل قربت اللّٰہ تعالیٰ کا لحج والصلوٰۃ والاذان والامامتہ وتعلیم القرآن والفقہ والحدیث۔(ایضاً۔صفحہ195)

جوافعال قربِ الٰہی عطا کرتے ہیں ان پر اجرت جائز نہیں جیسے حج، نماز، اذان، امامت، تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، تعلیم حدیث۔

امام مالکؒ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔

الاجرۃ علےٰ تعلیم الفقہ والفرائض فانھا مکروھتہ لان الفرض نشرالعلم الدینی واخذۃ الاجرۃ علیہ معطل فی الجملہ فلذاکانت مکروھتہ۔(ایضاً۔صفحہ178)

## صاحبینؒ کا فتویٰ

امام اعظمؒ کے ساتھ ان کے شاگردانِ رشید قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی اسے ناجائز سمجھتے ہیں۔امام طحاویؒ نے باب التزوج اور باب الاستیجار علی القرآن میں متعدد احادیث اور عقلی دلائل سے اس کی حرمت ثابت کی ہے۔ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ حضورؐ پر بلغ ما انزل من ربک کے حکم کے مطابق تبلیغ فرض تھی اسی طرح بحکم حدیث بلغوا عنی ولو کان آیۃ سب امت پر اور خصوصاً علماء کرام پر تبلیغ بے اجرت فرض ہے۔اس تمام طویل بحث کے بعد امام موصوف اختتام پر یہ الفاظ درج کرتے ہیں۔

ھذا کلہ قول ابی حنیفتہ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللّٰہ۔(شرح معانی الآثار)

یہ تمام اقوال ابوحنیفہؒ ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے ہیں۔

## دوسرے ائمہ کا فتویٰ

صرف انہی حضرات پر کیا موقوف ہے۔تمام ائمہ اس کے مخالف تھے۔علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

وقداستدل باحادیث الباب من قال انھا لاتحل الاجرۃ علے تعلیم القرآن وھواحمد بن حنبل واصحابہ وابوحنیفہ والھادویہ وبہ قال عطا والضحاک بن قیس والزھری واسحق وعبداللّٰہ بن شقیق۔(نیل الاوطار۔جلد5۔صفحہ287)

انہی احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو اجرت علی تعلیم القرآن کو حلال نہیں سمجھتے اور وہ ہیں امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہؒ، یادویہؒ، عطاؒ، ضحاکؒ، زہریؒ، اسحٰقؒ، عبداللہ بن شقیق۔

امام حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جو علماء دین کے بدلے دنیا حاصل کرتے ہیں ان سے جنگل کے حیوان اچھے ہیں جو گھاس چرتے

پھرتے ہیں مگر دین کو پیٹ بھرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو عالم علم دین کے عوض دولت طلب کرتا ہے وہ ایسا ہے گویا اس کے سر سے غلاظت بہ رہی ہے۔

## علمائے متقدمین کا فیصلہ

متذکرہ آیات واحادیث اور اقوال ائمہ کی بنا پر علماء متقدمین نے بھی ایسی اجرت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابوالحسن قدوریؒ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے متعلق علماء لکھتے ہیں۔

**کان ثقته صدوقاانتهت الیه ریاسته الحنفیه فی زمانه** (فوائد بہیہ)

آپ بہت صادق اور معتبر عالم تھے اپنے زمانہ میں حنفیت کی ریاست ان پر تمام ہو چکی تھی (ان کے زمانہ میں فقہ حنفی کا عالم ان سے زیادہ اور کوئی نہ تھا۔)

صاحب موصوف اپنی مشہور ومعروف کتاب قدوری میں لکھتے ہیں۔

**لایجوز الاستیجار علی الاذان والامامته وتعلیم القرآن والحج۔** (قدوری کتاب الاجارہ صفحہ 104)

صاحب تنویرالابصار لکھتے ہیں۔

**لایصح الاجارة للاذان والحج والامامته وتعلیم القراٰن والفقه۔** (تنویرالابصار باب الاجارہ)

اذان، حج، امامت، تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ رقمطراز ہیں۔

**فقد ثبت بما ذکر ناکرهیة الاستیجار علی الاذان فالاستعجال علٰی تعلیم القراٰن**

مذکورہ بالا احادیث کی بنا پر ثابت ہو گیا کہ اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لینا مکروہ (تحریمی) ہے

(طحاوی کتاب الاجارۃ۔ جلد 2۔ صفحہ 270)

آگے چل کر لکھتے ہیں

**فالا ستعجال علےٰ ذلک استعجال علے الفرض ومن استعجل جعلا علےٰ عمل لعلمه فیما افترض اللّٰه عمله علیه فذلک علیه حرام لانه نعلمسلمه لنفسه لیؤدی به فرضاً علیه۔** (ایضاً)

تعلیم قرآن، اذان امامت پر اجرت لینا فرض پر اجرت لینا ہے اور جو شخص اللہ پر عائد کئے ہوئے فرائض پر اجرت لے تو یہ اجرت حرام ہے کیونکہ یہ تو وہ اپنی ذات کے لئے کر رہا ہے اور اللہ کے فرائض ادا کر رہا ہے پھر اجرت کس بات کی؟

صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں۔

**الاستیجار علی الصوم والصلوٰۃ والحج انہ لایصح لانہا من فروض الاعیان ولایصح الاستیجار علیٰ تعلیم العلم لانہ فرض عین ولاعلی تعلیم القرآن عندنا۔**

روزہ، نماز، حج، تعلیم علم دین اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا ہم حنفیوں کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ یہ فرض عین ہیں اور فرض عین پر اجرت لینی جائز نہیں۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے بطور دلیل حضرت عبادہ بنؓ الصامت والی حدیث بیان کی ہے اور پھر فیصلہ کیا ہے کہ

**ولا علے الاذان والاقامتہ والامامہ لانہا واجبتہ**

علی ہذا القیاس اذان، اقامت اور امامت پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

پھر ابوالعاصؓ کی روایت نقل کر کے تصریح کی ہے کہ یہ فرائض اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی بنا پر ہیں اور پھر دوبارہ ان کی بدولت امید ثواب بھی ہے اس لئے لوگوں سے اجرت لینا قطعاً ناجائز ہے۔

بحث کے آخر میں علامہ موصوف نے دو دلیلیں پیش کی ہیں پہلی یہ کہ اذان، اقامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا لوگوں کو دین سے متنفر کرنا ہے۔ اور اجرت کا بوجھ عوام الناس پر ڈالنا انہیں حصولِ دین سے بیزار کرنا ہے۔ چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد کیا ہے کہ اے نبی کیا آپ ان لوگوں سے کچھ اجرت مانگتے ہیں جس کے بوجھ سے یہ دبے جا رہے ہیں''۔ **ولان الاستیجار علی الاذان والاقامتہ والامامتہ وتعلیم القراٰن والعلم سبب لتنفیر الناس عن الصلوٰۃ بالجماعہ وعن تعلیم القراٰن والعلم سبب لتنفیر الناس علی الصلوٰۃ بالجماعتہ وعن تعلیم القراٰن والعلم لان ثقل الاہجر مینعہم عن ذلک والیٰ ہذا، شارالرب جل شانہ فی قولہ عزوجل ام تسئلہم اجراً فہم من مغرم مثقلون''۔** دوسری دلیل یہ دی ہے کہ حضور کی تبلیغ دو طرح کی تھی ایک بلاواسطہ اور دوسری بالواسطہ، بلاواسطہ تو وہی تبلیغ تھی جو آپ نے خود کی اور بالواسطہ وہ تبلیغ ہے جو آپ کے حکم سے قیامت تک اُمت محمدیہ کے مبلغ کرتے رہیں گے۔ پس جس طرح آپؐ کو بلا اجرت تبلیغ کرنا واجب تھا اسی طرح آپ کے مبلغین کو بھی تبلیغ پر کچھ لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ امت کی تبلیغ بھی بالواسطہ حضور ہی کی تبلیغ ہے۔

**فاذاالم یجز لم اخذالاجر علی ما یبلغ بنفسہ لما قلنا ہکذالمن بلغ باحرہٖ لان ذلک تبلیغ منہ معنا۔** (بدائع الصنائع۔ جلد 4۔ کتاب الاجارہ مطبوعہ مصر صفحہ 191)

شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں۔

**والدلیل علی انہ لایجوز الاستیجار علی تعلیم القراٰن حدیث عبدالرحمن بن شبل الانصاری ان**

**النبی صلی اللہ علی وسلم قال اقرء بالقراٰن ولاتاکلوبہ وقال المدرس العلم ایاک والخبز الرقاق والشرط علی کتاب اللّٰہِ تعالیٰ۔**

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت کی دلیل عبدالرحمٰن بن شبل انصاری کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو مگر اس کی اجرت نہ کھاؤ اور دوسرے یہ روایت کہ آپ نے ایک مدرس علم دین کو کہا تم اپنے آپ کو پتلی پتلی چپاتیوں اور کتاب اللہ کی اجرت سے بچاؤ۔

اس جگہ علامہ سرخسیؒ نے عبادہ بن الصامتؓ کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ جو شخص دوسروں کو قرآن پڑھاتا ہے اس امر میں رسولؐ خدا کا نائب ہے۔ **فھو خلیفہ رسول اللہ** کیونکہ حضور معلم قرآن مبعوث ہوئے تھے پس جب وہ خود تعلیم بے اجرت دیتے تھے تو ''**فکذالک من یخلفہ**'' پس آپؐ کے خلیفہ کا بھی یہی حکم ہے.....ذرا آگے چل کر علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں۔

**ولو استاجر ومن یومھم فی رمضان اوغیرہ لم لیجزلان المصلے عامل لنفسہ فلا لیستوجب الاجر من غیرہ وکذلک ان استاجرومن یوذن لھم فالموذن خلیفہ رسول اللّٰہ صلعم فی الدعاء الی اللّٰہ تعالےٰ**

ماہ رمضان کے لئے یا کسی اور وقت کے لئے اگر امام اجرت پر رکھا جائے۔ تو ناجائز ہے کیونکہ جب ہر نمازی اپنی ذات کے لئے نماز پڑھتا ہے تو پھر وہ دوسروں سے اجرت لینے کا مستحق کیونکر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اجرت پر مؤذن رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ مؤذن بھی دعوت الی اللہ میں رسولؐ خدا کا خلیفہ ہے۔ جب نمازیوں کی کثرت سے مؤذن کو زیادہ ثواب ملے گا تو پھر اس کا دوسروں سے اجرت لینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے عثمان بن العاصؓ کی روایت نقل کی ہے اور فاروق اعظمؓ کا وہ قول لکھا ہے جو ایک مؤذن کو آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم سے خدا کے لئے دشمنی رکھتا ہوں کیونکہ تو اذان پر اجرت لیتا ہے۔ (المبسوط۔ جلد 16۔ صفحہ 37)

## جواز کی سند

کتاب وسنت، تعامل صحابہؓ، ائمہ اربعہؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین اور علمائے متقدمین کے ان فیصلوں کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر تصریحات کے باوجود اجرت لینے کی جو روش پیدا ہوگئی تو اس کے لئے سند کون سی ہے؟ اس سوال کا جواب بھی فقہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔

فقہائے متاخرین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مشائخ بلخ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ مگر انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ اجرت قطعی

حلال ہے بلکہ وہ صاف اقرار کرتے ہیں کہ اصل تو یہ چیز حرام ہے مگر صرف زمانہ کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر ہم یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

**والاستیجارعلی الاذان والحج وکذالامتہ وتعلیم القراٰن والفقہ والاصل ان کل طاعتہ یختص بھا المسلم لایجوز الاستیجار علیہ عندنا وعند الشافعی یصح فی کل مالایتعین علی الاجیرلان استیجار علی عمل غیر متعین علیہ فیجوز ولناقولہ علیہ السلام اقراؤالقرآن ولاتاکلوبہ وفی آخر ما عھد رسول اللّٰہ الیٰ عثمان بن ابی العاص ان اتخذت مؤذنا فلایاخذ علی الاذان اجرا ولان القربتہ مھاحصلت وقعت عن العامل ولھذاتعبد افضلیتہ فلایجوزلہ اخذ الاجرمن غیرہ کما فی الصوم والصلوۃ ولان التعلیم ھما لایقدرعلیہ المعلم الابمعنی من قبل المتعلم فیکون ملتز ماً مالایقدر علیٰ تسلیمہ فلایصح وبعض مشائخنااستحسنوالاسیتجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظھرالتوال فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن۔**(ہدایہ۔جلد3۔صفحہ301)

اذان، حج، امامت، تعلیم فقہ کی اجرت لینا جائز نہیں اور اصول یہ ہے کہ تمام وہ عبادات جو مسلمانوں سے مخصوص ہیں ان کی اجرت ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔ ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک ان عبادات پر جو فرض عین ہیں اجرت لینا ناجائز ہے اور جو فرض عین نہیں ان کی اجرت جائز ہے مگر ہمارے نزدیک ہر قسم کی عبادت کا اجر خواہ وہ فرض عین ہو یا نہ ہو حرام ہے اس مسئلہ کے متعلق ہمارے پاس چار دلائل ہیں۔

(1) حضورؐ کا فرمان ہے کہ قرآن پڑھو اور اس کا معاوضہ نہ کھاؤ۔

(2) حضورؐ نے ابن ابی العاصؓ سے کہا کہ ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اذان کی اجرت نہ لے۔

(3) جو شخص عبادت کرتا ہے اس کا ثواب اسی کو ملتا ہے اس لئے اس کی اہلیت ضروری ہے پس اُسے دوسروں سے اجرت لینا ناجائز ہے۔

(4) تعلیم ایک ایسا کام ہے جو طالب علم کی لیاقت اور محنت کے بغیر معلم سرانجام نہیں دے سکتا اس لئے اسے ایسے کام کا مستلزم بنانا جس پر وہ اکیلا قادر نہیں۔ غیر صحیح ہے لیکن بعض ہمارے مشائخ نے صرف تعلیم قرآن کی اجرت کو آج کل کے زمانہ میں جائز کہا ہے کیونکہ امور دینیہ میں سستی پڑ گئی اور اجرت کو ممنوع قرار دینے میں قرآن کریم کا حفظ ضائع ہو جائے گا۔

غرضیکہ عہد رسالت سے لے کر چار صدیوں تک ہر قسم کا معاوضہ ناجائز رہا۔ پھر پانچویں صدی سے آٹھویں صدی تک تمام

عبادات کی اجرتوں کو ناجائز قرار دے کر صرف تعلیم قرآن کی اجرت کو ضرورت زمانہ کی وجہ سے جائز کیا گیا۔ قاضی خان نے تصریح کی ہے کہ

**بخلاف الامامته والاذان لانهالایتخلل عنها الرزق**

(فتاوی قاضی خان باب الاجرت الفاسده)

امامت اور اذان کی اجرت قطعاً ناجائز ہے کیونکہ تعلیم قرآن پر وقت صرف ہوتا ہے اور روزگار میں خلل پڑتا ہے لیکن امامت اور اذان سے روزگار میں کوئی خلل نہیں آتا۔

یہ آٹھویں صدی تک کی بات تھی نویں صدی کے بعد عملاً تمام عبادات کی اجرت کو جائز قرار دے دیا گیا۔ صاحب تنویر الابصار کی یہ عبارت آپ کی نظروں سے گزر چکی ہے کہ ''**لا یصح الاجارة للاذان والحج والامامته وتعلیم القرآن والفقه** یعنی اذان، حج، امامت، تعلیم قرآنی اور تعلیم فقہ پر اجرت جائز نہیں۔ اب اس کے شارح، صاحب درالمختار کی شرح دیکھئے۔

**بفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن وانفقه والامامته والاذان**

آج کل فتویٰ یہ ہے کہ تعلیم قرآنی۔ تعلیم فقہ۔ امامت اور اذان کی اجرت صحیح ہے۔

شارح و ماتن کا یہ تضاد کیوں؟ شارح نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا۔

## ختم قرآن کی کم از کم اُجرت

اس سے آگے بڑھے تو یہاں تک بھی کہہ دیا گیا کہ:

**لا یجوز الاستیجار علی الختم باقل من خمسته واربعین درهما**

(شامی۔ مطبوعہ مصر۔ جلد 5۔ صفحہ 37۔ سطر 18)

ختم قرآن کی اجرت پینتالیس درہم سے کم لینی جائز نہیں

معاوضہ نہ دینے والوں کی سزا بھی مقرر کر دی گئی۔

## حلوہ ضرور لیا جائے

**ویحبس ویجبر علی الحلوا المرسومته هی مایهدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بهامدنی العادة اهد الحلاوی۔** (درالمختار بحوالہ شامی۔ جلد 5۔ صفحہ 36)

اگر کوئی شخص معاوضۂ عبادات نہ دے تو اسے قید کیا جائے اور اس رسمی حلوہ کے دینے پر لوگوں کو مجبور کیا جائے جو قرآن کی

بعض سورتوں کے شروع میں دینے کا رواج اور عادت ہے۔

## علامہ شامی کی تصریح

ہم آخر میں علامہ ابن عابدین شامی کی یہ تصریحات درج کر کے اس طویل مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

''اصل یہ ہے کہ تمام عبادات کا معاوضہ حرام ہے مگر ہدایہ' کنز' مواہب الرحمٰن اور دوسری کتابوں کے متنوں میں اجرتِ قرآن کو بعد میں مستثنیٰ کیا گیا پھر وقایہ اور صلاح میں فقہ کی اجرت کو بھی بڑھا دیا گیا پھر مجمع ،ملتقی اور درر البحار میں امامت کی اجرت کو زیادہ کیا گیا اور پھر بعض نے اذان' امامت اور وعظ کی اجرت کو بھی اس فہرست میں داخل کر لیا۔ لیکن ہدایہ کی طرح اکثر کتابوں میں تعلیم قرآن کی اجرت پر اکتفا کیا گیا۔ یہ سب متاخرین کے فتوے ہیں اور وہ بلخی علماء ہیں اور ان بلخیوں میں سے بھی سب نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ بعض ان کے مخالف بھی ہیں۔ جن لوگوں نے معاوضہ عبادات کو جائز کیا انہوں نے امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے برخلاف فتوے دیئے ہیں۔

تاہم اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ اصل مذہب عدم جواز کا ہے اور بعد میں بعض عبادات کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے کہ بایں ہمہ تمام عبادات پر اجرت لینا اصلاً ناجائز ہے''۔

(درالمختار شامی۔ مطبوعہ مصر۔ جلد 5۔ صفحہ 36)

☆.....☆.....☆


# ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری

WWW.TOLUISLAM.COM

☆ اندرون ملک' فون: +92 42 35753666' ای میل: trust@toluislam.com

# جنرل کونسل ادارہ کے اہم فیصلے

ادارہ طلوع اسلام کی جنرل کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ 29 جنوری 2013ء کو درجِ ذیل اہم فیصلے کئے:

(1) ماہنامہ طلوع اسلام کی قیمت 30 روپے اور سالانہ زرِ شرکت 350 روپے مقرر کیا گیا۔

(2) لائف ٹائم خریداری سکیم کے دوبارہ اجراء کی منظوری دی گئی اور اس کی (صرف اندرونِ ملک) قیمت 5000 روپے مقرر کی گئی۔

(3) پمفلٹ کی قیمت 5 روپے سے بڑھا کر 10 روپے علاوہ محصول ڈاک مقرر کر دی گئی۔

(4) رسالہ ''طلوع اسلام'' میں چھپنے والے اشتہارات کا نرخ 25 فیصد بڑھا دیا گیا موجودہ ریٹس کا شیڈول درجِ ذیل ہے:

## اشتہارات کے ترمیم شدہ نرخ یہ ہیں

| ٹائٹل کے صفحات | ایک بار | سال بھر کے لئے |
|---|---|---|
| بیرونی ٹائٹل | 2,000/- روپے | 20,000/- روپے |
| اندرونی ٹائٹل | 1,500/- روپے | 15,000/- روپے |
| | اندرونی صفحات | |
| پورا صفحہ | 12,50/- روپے | 12,500/- روپے |
| نصف صفحہ | 700/- روپے | 7,000/- روپے |
| چوتھائی صفحہ | 400/- روپے | 4,000/- روپے |

☆ مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ چار رنگ کے اشتہار کیلئے ریٹ چار گنا ہونگے۔

☆ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے۔

☆ اجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال فرمائیں۔

## Surah Al-Haaqqa – Durus-al-Qur'an Parah 29: Chapter 9

By G. A. Parwez

(Translated by: Dr. Mansoor Alam)

Dear Friends! Today is November 25, 1983 and *Dars-e-Qur'an* begins today with verse 13 of Surah اَلۡحَآقَّةُ (Al-Haaqqa).

### Quran's first revolution

This Surah started with (69:1) اَلۡحَآقَّةُ ; (69:2) مَا الۡحَآقَّةُ ; (69:3) وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ. An event that is going to come as a definite reality: What is it? Allah will tell you what this real event (Al-Haaqqa) is. Friends! Let me repeat once again that the Quran mentions certain revolutions in these its two last parts. Some are those that will come in the external physical Universe. For example, the moon will implode, the Sun will become dark, and the stars will disintegrate. I had mentioned also that only scientific research can tell exactly what will happen in this (physical) revolution. If you remember, I had mentioned to you a book entitled *The Bible, The Quran and Science* by Maurice Bucaille. He is a great scientist. He studied very deeply all the verses of the Quran that are related to the external physical Universe. After giving their correct meanings he challenged all the scientists of the world to ponder on the fact that how could an unlettered man in Arabia fourteen hundred years ago would have told these scientific facts, on his own, which science has only now been able to discover? And all the scientific evidence corroborates what the Quran told around one thousand four hundred years ago. So these are revolutions that are related to the external Universe and are the subject of scientific knowledge.

The Quran ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ –this is a description for entire humankind. Whichever nation or individual that removes the curtain from these physical realities will be able to tell the correct meanings of these Quranic verses that are related to the physical Universe.

Dear friends! Please remember: nothing is invented but is only discovered; it is brought to light; it is brought to be recognized by our consciousness. That is, only the curtain that is hiding something is lifted.

**The second and third type of revolutions**

The second type of revolution is related to life after death. No one can say anything about it today. This is a matter of belief; it is a thing of faith. The third type of revolution happens to nations–in the form of their rise and fall; in the form of their destruction. The Quran, after mentioning that it will reveal the reality that is going to occur as a revolution, says that this revolution occurs in the form of clash between Haqq (truth and justice) and Baatil (falsehood and injustice). So, the revolution which occurred at the hands of our Prophet (PBUH) was a clash between his invitation to Haqq (truth and justice) and its opponents. The strongest opposition came from the Koresh. These were big clashes that happened continuously for approximately six- seven years with them in the form of wars. They were being told at every step of the way that your system is based on injustice. This was not a religious war but this was war between two systems. This was, in reality, a clash of two systems and they (i.e., Koresh) were told that they will be defeated because their system was based on injustice. But they did not believe it because they had acquired power to dominate and to exploit the people, and were living under the false impression and self-deception that nothing will happen to their system. They were taunting the Prophet (PBUH) and his companions that they are engaged in self-destructive behavior. They used to mock at him and say that look at him that he, having no power, no home, no army, and no nation, is telling us that we will be defeated, that we will be destroyed?! What a madman he must be who is engaged in this self-destructive behavior? This was the talk that was going on under those circumstances.

The style of the Quran is that it first presents historical evidence. Immediately after saying اَلْحَآقَّةُ it presented the stories of the people of Aad, Thamud, Lut, and the Pharaoh. It is obvious then that revolutions that are going to be mentioned are related to the rise, fall, and destruction of nations. It is not related to the revolution in the external physical world or the revolution of the

Hereafter because the examples that are given of the destruction of past nations no one were thriving at the time in this world. Did you notice now what the way to understand the Quran is? All the three types of revolutions are described in the Quran but what is being discussed here will come as a reality in *this* world. After this, the Quran is presents the evidence of this from history of nations' rise, fall, and destruction as mentioned above. From this we have come to know that these revolutions are related to the principle given in the Quran about the rise and fall of nations. By mentioning these stories of past nations the Quran points out to Koresh that those past nations were more powerful and more advanced than you; and look what happened to them. You roam around in their ruined cities and you tell the tales of their destruction in your gatherings. The difference is that you just narrate their tales but Allah is telling you the reasons of their downfall and destructions. And the reason We are telling you the reasons of their downfall is that if you also create a system of life like them, then you will meet the same fate as they met. In fact, this is not limited just to Koresh. Every nation that follows similar path will meet similar fate.

**Revolutions are transient but the principles are eternal**

Dear friends! The Quran is a code of conduct of life for nations of the world until the Day of Judgment. It tells what the principles of rise and fall of nations are? These principles are as operative today as they were in the past, and they will continue to operate in future. Although the events are transient these principles are *eternal*. The historians write history and they mention events; they do not mention the reasons why those events occurred. They will tell that such and such nations got defeated; they will tell the strength of their forces, the quantity and quality of their weapons; and they will tell you what their strategic mistakes were that led to their defeat; etc. But the Quran tells: what were the defects in their system of life that led to their destruction. And this is something that applies to all nations for all time to come until the Day of Judgment; so that they can analyze and learn whether or not their systems are like or not like those nations which were destroyed in the past. From this point of view they are also related to us, and the nations to come in the future.

**What is the meaning of blowing horn on the Judgment Day?**

Dear friends! After this Allah tells the Koresh: (69:13) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ (69:14) وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً –The traditional translation of these verses is: Hence, [bethink yourselves of the Last Hour,] when the trumpet [of judgment] shall be sounded with a single blast(69:13), and the earth and the mountains shall be lifted up and crushed with a single stroke(69:14)!That will happen on the Day of Judgment (Qiamat), and the angel (Israfil) will blow the horn that Day, it is said. The horn will blow once but the dead will not rise. ThenIsrafil will blow the horn again; and then the dead will rise. الصُّوْرِ here is taken to mean horn that is used to amplify sound.

Dear friends! This also means the sound of the bugle that is blown during a war to announce the start of the battle. Arabs used to call this الصُّوْرِ as well.This is the second meaning. There is a third meaning of this word; which is the plural of the word صورت meaning structure or form. And نُفِخَ means to infuse life's energy into a structure or form. This word has come in the Quran in connection with infusing divine energy in human child during the process of birth.

**Appearance of life in dead nations**

In regards to human societies, this means a revolution will occur in dead nations and they will become alive again with new energy that will be infused into their bodies. This will be the meaning when presenting evidence in relation to history of past nations. The Quran has mentioned this in many places and has called them as dead nations. We too use this phrase: This is a dead nation but the dead here does not mean that all the people are physically dead and are in graves; but that that nation is physically alive walking around but is deprived of life's vitality and dynamism. This word الصُّوْرِ is used for infusing into a dead nation life's vitality and dynamism, i.e., to infuse life into its dead structure, into its dead life forms. So, the Quran says that life will be infused now into the dead people under the exploitation and subjugation of the system of Koresh. This will be done through a clash with the Koresh. History bears testimony to the fact that a weak, subjugated,

helpless, and small emigrant community in Medina was infused with such a vital energy that in a very short period they defeated Koresh; and destroyed the mighty Persian and Roman empires. This was not the destruction of their empires per se but that it was the defeat and destruction of their unjust systems.

**Quran's philosophy of history**

I will mention again that Quran's philosophy of history is that the destruction of nations occurs due to their wrong systems–and the wrong systems were the rule of humans over humans. This is the biggest crime in the eyes of the Quran and the result of it is destruction. It says that no human has the right to rule over other humans. What will be the result if it happens — وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (69:14). If literal meaning is taken here related to the physical world as done in traditional translations then it means: The earth and the mountains shall be lifted up and crushed with a single stroke(69:14)!Let me mention here that the events that will happen in the physical Universe are all okay. Scientists are reaching the conclusion that the heavenly objects will collide one day and disintegrate. This is fine but this is a matter of scientific knowledge and has nothing to do with our actions. What the relationship with our action is that this Earth will explode and stars will disintegrate million years from now. How is that going to have effect on our actions today? And those who might be living at that time will be destroyed anyway when the Earth explodes. The real thing is the message of the Quran and its guidance to humanity. And, guidance is related to life whether of individuals or of nations. Therefore, I consider these revolutions to pertain to the life of nations, and the Quran supports it. Also, the Arabic language and its lexicon support this metaphorical meaning. In my Lughatul Quran I have given references to authoritative sources for this meaning. Please remember! The Quran has been revealed in Arabic 'Mubeen' – clear Arabic. This does not mean that one can take any meaning one wants. That will be completely wrong. One has to have clear authority of the Arabic language for metaphorical meaning and it should fit in with the overall teaching of the Quran.

**The process of determining the meaning of Quranic words**

Dear friends! Let me mention that I have devoted my entire life–and the entire life means about 50 years now–to study the Quran, which is not a long Book. Right from the beginning I adopted the process to take the meaning of words that was prevalent at the time of the revelation of the Quran. First, the authority should come from there, and not from anywhere, and certainly one should not take any meaning one wants. Second, the meanings should be supported by the Quran wherever these words have been used in the Quran. Let us take these words: اَلْاَرْضُ and اَلْجِبَالُ — the literal meanings of these words are the Erath and the mountains, but these meanings do not fit in this verse (69:14). Here, the stories of the people of Aad, Thamud, and Nooh are described. Their leaders were very powerful and the Quran calls them حُمِلَتِ. The story continues how they were destroyed. Immediately after this to say that the Earth will explode and the mountains will crumble does not make any sense, and has no relation to what was just said about Aad, Thamud, and Nooh. Now حُمِلَتِ means to move something from its place by pushing it. اَلْاَرْضُ means downtrodden people and اَلْجِبَالُ means those who are as strong as mountains and claim that no one can push them around. These are metaphorical meanings of these words: اَلْجِبَالُ are those leaders who seem so strong that no can move them from their place; and اَلْاَرْضُ are the common people so downtrodden and crushed to the ground that that they have no hope of ever living a dignified life.

Dear friends! Now see how the Quran has put it in three words that the oncoming clash will infuse energy in these weak, downtrodden, and crushed people. As a result, these people who have been pushed and crushed to the ground by the powerful leaders will start moving and rise up. And these leaders who consider themselves deeply established and strong as mountains will be moved from their places and shaken up; their power and authority will be snatched away from them. *This* is the revolution that will come and *it* is a fact, it is اَلْحَآقَّةُ. In this revolution what will happen: Those who consider themselves strong and as solid as mountains will be moved away from their foundations and broken up into pieces and those who are downtrodden and stuck to the ground will be lifted up and will be made strong.

Then the Quran says: فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ــ On that Day shall the (Great) Event come to pass (69:15). This is the Day that We described theoretically before, and, now, it has come as a fact and reality in front of you. What a style the Quran has!

Dear friends! The Quran tells that Kalimatullah (كَلِمَاتِ اللّٰهِ) will ultimately prevail. ــ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا: (سُنَّةَ اللّٰهِ) and never wilt thou find any change in God's practice (48:23)! Kalimatullah (كَلِمَاتِ اللّٰهِ) ــ in words, in theory–are laws. Until they remain theory, they are called *Kilamah* (كَلِمَاتِ). And when they get implemented in practice, then they are called *Sunnah* (سُنَّةَ). That is, when the results appear in perceptible form then *Kalimatullah* (كَلِمَاتِ اللّٰهِ) become *Sunnatullah* (سُنَّةَ اللّٰهِ). This we can call thatthe laws of Allah have become established in practice, in reality. In other words we can say that the laws of Allah have produced their results. This is called pragmatic test.

**The meaning of the Quranic word السَّمَآءُ (Samaa)**

This event will come in the form of reality اَلْحَآقَّةُ. The Quran says: ــ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ and the sky will be rent asunder - for, frail will it have become on that Day (69:16). Dear friends! What a word السَّمَآءُ (Samaa) is! If we take this to literally mean the sky then we know that sky is not a thing. This is the limit of our vision which we call sky. It does not have its own reality. The heavenly bodies like planets you can also call skies. But this meaning does not fit in with the context of this verse. So, السَّمَآءُ (Samaa) means here high-ranking and high-status leaders; those who consider themselves rulers and dictators. That is, those who really do not respect others as humans. The meaning of the word وَّاهِيَةٌ clarifies this: to remove the supporting structures that make someone strong and powerful. These powerful and strong men who roam around and subjugate others, they are not alone. They have various means and links supporting them and making them strong. These supporting links around them are their real strength and power. Please ponder on every word of the Quran. Here, this word وَّاهِيَةٌ : which means that their strong links will be loosened up. Their strong links on the basis of which they are so powerful will be loosened up and made weak.

**The meaning of عَرْشَ (Arsh)**

Dear friends! There is something in the next verse of which we cannot grasp the complete meaning yet: وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ its literal meaning is: and the angels [will appear] at its ends, and, above them, eight will bear aloft on that Day the throne of thy Sustainer's almightiness (69:17). Allah's عَرْشَ does not mean that there is physical throne made of wood or gold. This question does not arise for Allah that He should sit on a physical throne. The meaning of Allah's throne through hadith, which has come many times before, is that His throne is on top of horns of mountain goats. It is mentioned in this hadith that when He sits on this throne then a squeaking sound comes out from it like the sound which comes out when a camel sits. This is the meaning of Allah's عَرْشَ that is given in hadith. This meaning about Allah who says: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ And He is with you wherever you may be (57:4)?How sad?

Dear friends! The meaning of عَرْشَ is center of power, authority, and control. Allah says he created the Universe and He kept its central control in His hands: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى means having control in such a way that there is no chance of any mistake or slip (57:4). There will be no loosening at all in this control. يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ؕ On that Day you shall be brought to judgment: not [even] the most hidden of your deeds will remain hidden (69:18).

**Judgment (Qiamat) happens in every breath**

Whether you take it as judgment day here as a revolution in this world; or you take it a judgment day in the Hereafter; - but judgment day also occurs here, at every moment, in our every breath. As it is our death does not occur all of a sudden – if accident happens then it is something else – but natural death does not happen all of a sudden. In every breath a human either produces life or heads towards death. Natural death comes gradually. The judgment keeps going on. The same way judgment keeps going for nations as well. A nation does not fall in one day. It proceeds to its downfall slowly and gradually. The Mughal empire was very powerful and mighty which the world has seen very few of like this. This empire lasted hundreds of years over a large subcontinent. Historians have written that it lasted over hundred fifty years

during its downfall that started after the rule of ruler Aurangzeb (1618-1707). So, the revolution of a nation's downfall happens gradually and it is the result of *cumulative* effect leading to its eventual death one day.

**Every action produces result**

The Quran admonishes those nations undergoing down fall to mend their ways. It warns them that if they do not listen then they will fall into an abyss. Their judgment day cumulative-effect clock continuously keeps ticking. The Quran says that before this clock finally hits it final tick and the observable destruction takes its final hold, one may continue to deceive oneself that everything will be okay; that there is nothing to worry about; that no one would be able to cause any harm to me; that I can continue to exploit and loot others using deception and no one could dare to harm me – whatever rationalization one can come up to cover one's crimes such as I am doing it for the benefit of others, for the benefit of the nation, for the benefit of the people–the Quran says that when the final moment comes nothing will remain hidden. The trouble is that the ruling authority's domination over the masses does not allow people to tell the truth during its hold on power. But the moment its domination ends people feel free to tell the truth. And when their history is written then the record and accounting of their deeds comes out in the open. Everyone comes out with record of their deeds. This is the case in normal and routine situations and the Quran says that nothing can remain hidden. Now two different types of groups are mentioned by the Quran: Whether it is the downfall of nations in this world or whether it is the life in the Hereafter, these are the only two groups. For one of these groups the Quran continues: فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۙ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ — Now as for him whose record shall be placed in his right hand, he will exclaim: "Come you all!" Read this my record (69:19)!

Very beautiful words have come in this verse! Right had in Arabic is called يَمِين (*yamin*). This also means blessed and elevated status. We use this meaning in Urdu as well. (And شِمَال (*Shimal*) means left hand and it is used as a phrase for being unfortunate and unlucky.) It is said here that one whose account book will be given in the right hand will be blessed and will show everyone that here it is: read my account book. Please note what is being said

here, and compare this to the child who gets his exam results and is so happy to pass in the first division that he jumps with joy and shows everyone his mark sheet.

**The basis of joy and happiness**

The Quran says that one whose account book is given in the right hand will be so full of joy and happiness that he will show his marks to everyone around. Why did he score such good marks and why is he so happy today to show his account book to everyone? It is because he had 100% conviction that one day he will have to give account to someone: اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ — Behold, I did know that [one day] I would have to face my account (69:20)! Dear friends! This is it!! This is the difference between a right system and a wrong system. If the leaders in the position of authority in a system have 100% conviction that that they are accountable to a higher authority and will have to give complete account of their actions to this authority; and that whatever they are dealing with will produce results and will not go waste; then they continue to remain happy and joyful. This now is the meaning of being given the account book in the right hand. What an effective way the Quran has to bring out the meaning: one who is given his record in the right hand will be so happy, ecstatic, and profuse with joy that he will show his record to everyone proclaiming that I knew that there *will* be an exam one day and its result *will* come out. *This* is belief in the Hereafter.

**Quranic meaning of آخِرَهْ (Hereafter)**

Dear friends! The life after death is not the only آخِرَهْ or hereafter. Every future moment is آخِرَهْ. Every tomorrow is آخِرَهْ. The shining hadith of the Prophet (PBUH) testifies to this that if someone's tomorrow is not advanced than today then understand that he is ruined. The actual words are that if "someone's two days are alike then he is ruined" not that if his next day is worse than the previous day then he is ruined. Life wants movement and progress. That is, the Prophet (PBUH) has told that our every step, our every tomorrow should be ahead of today. And here we are! We are told that go back to where people were thousand years ago, then you will advance, then

you will progress. Then tell me what this is? Dear friends! This is called the history of fundamentalism and our entire religion is based on this, and we are told that whatever our ancestors have done we have to go back thousand years in the past and follow them. These people who tell us to go back are the greatest proponents of Prophet's (PBUH) Sunnah.

**The Prophet's (PBUH) shining hadith**

Dear friends! These proponents of the Prophet's (PBUH) Sunnah never present this type of hadith that, what to say of thousand years ago, the Prophet (PBUH) has said if a people's yesterday is like today and did not advance, that nation will be ruined. Allahu Akbar! This was the message and how right was Allama Iqbal (1877-1938) in saying:

That nation is not worth creating a new day;

Which does not have control of its destiny today?

The Quran says that only one thing makes the difference. And that is: اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ — I did know that [one day] I would have to face my account (69:20)! One who worked keeping this principle in mind will have his life and wishes aligned with benefits and real success: فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ — And so he will find himself in a happy state of life (69:21). And he will be: فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ — in a lofty paradise (69:22). Dear friends! The Quran describes Jannah (Heaven) in metaphorical way. This is where all of life's comfort, convenience, security, and peace would be available. This is the life of Jannah in the garden of bliss. By calling عَالِیَةٍ the Quran lifted this garden to high level like the hanging garden where ascending steps take a person to higher and higher level. I have seen such gardens in Kashmir. جَنَّةٍ عَالِیَةٍ means the highest step. In the next verse there are two words. It is extremely important to understand their meaning.

**The Quran presents the blueprint of its economic system in just two words**

Dear friends! They ask: what is the Quran's economic system? Well, a person

becomes rapturous when the Quran explains its economic system with such brevity and pithiness in only two words. And it tells that under its system people's life will be comfortable; that life's all conveniences will be available to them; that they will live in peace and complete security. They will be living in the highest level in the heavenly garden. You may be surprised what I am saying. But yes, that garden, that life, that system is explained by the Quran in just two words: قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ — The Fruits whereof (will hang in bunches) low and near (69:23). Dear friends! For economic life there are only two things required: 1) more production, more output. But a secular or capitalistic system can achieve this as well and this remains their goal. This physical output is necessary and the Quran has said that its system will be like a tree that will be laden with fruits. But the next step is where the uniqueness of the Quranic system differs from all other systems: The fruits will be plentiful but they will be hanging in bunches and under the reach of and available to everyone (69:23).

**This one word 'availability' to everyone explains the Quranic system**

Dear friends! This is the Quran. This is where it becomes clear that this cannot be a book of a human being. Fifteen hundred years ago, the Quran described heaven metaphorically and it presented an economic system that even today no addition is required to make it better. It says: there should be plenty of output production (قُطُوْفُهَا) and then this output must be available (دَانِيَةٌ) to everyone; must be under the reach of everyone.

**Not a single hand will be deprived of in the Earth's heavenly garden**

That system, no matter how abundant its output, in which even a single person is deprived, is not heaven but hell. The Quran is talking about a heavenly system. Dear friends! I think your heart should now be feeling ecstatic. Only two words have come here summarizing the entire economic system of the Quran: crop yield as much as possible; and branches laden with fruits hanging low and being within the reach of everyone; and in which there is share for everyone. The word that has come here for this is that the branches bend themselves to reach people so that they do not have to lift

their heels or stretch their hands to get to them. O My Allah! Dear friends! In any literature of the world, bring these two words: قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ — The Fruits whereof (will hang in bunches) low and near (69:23); that the yield is as much as possible and the system of distribution is such that the share of the output automatically comes to the needy; that it is available to everyone; that it is within the reach of everyone. This is the heavenly economic system for which the Quran says: كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ — Eat and drink with good cheer in return for all [the good deeds] that you have sent ahead in days gone by (69:24).

**The present is the result of only the past**

How did this all happen? Every harvest is the result of the past effort of the farmer. For this, the farmer works hard and comes back. Only after this the result comes out. If you take example of an orchard you will find the same thing. Whatever was done in the past, its result comes out in the present. You can now understand that this heaven is not the result of baksheesh. It does not come to any people as a gift. How did these fruit laden trees come in abundance? Well, it is the result of your own effort, so eat and drink now with full satisfaction (كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا) that you have sent in the past (بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ) (69:24). This you have earned it. Now you see what type of revolution the Quran is talking about of nations. This is not as if an orchard suddenly came into existence and you were leisurely sitting and lying down and branches laden with fruits came bending down and the fruits just dropped into your mouths and you then started eating with pleasure and then you feel very satisfied! No, it is not the case. The reality is that what you worked hard in your past days is appearing as a result now in present. It is the past that becomes present.

Dear friends! This may be a digression but I will say that what you call present does not really exist. If you notice carefully, what is present is really a future-of-the past that comes later. And on the other side of the coin the present is the past-of-the future. Thus, life is just future and past; there is no present. The Quran says that this is the result of whatever you had done in the past. So, those are blessed and elevated ones who were given their record in the

right hand. As for others the Quran said: وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ — But as for him whose record shall be placed in his left hand, he will exclaim: "Oh, would that I had never been shown this my record (69:25).It is a phrase in Arabic that if one gets his record in the left hand he will say: O Allah! It would have been better if this result was not given to me; instead I would rather prefer to be drowned and destroyed.

Dear friends! This brings back to me a memory from my childhood school. During World War I (1914-1918) some wayward kids in the school used to say: O God! Let the Germans bomb the school. Similar feeling is expressed by those whose record is given the left hand. The Quran says that they would وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ — And that I had never realized how my account stood(69:26)!And they would further say: یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ — Oh, would that this had been the end of me (69:27)!Oh, would that it had been death and I had no life! Death is better than the life I have! Death is better than this sustenance! Somehow death could finish my existence! This is what the Quran says about those who will be given their records in the left hand. But, here, in this world, they continue to live their life as if they would not be held accountable. They are not worried about the results of the Hereafter. They think that death will finish the human being! And that's it. That is the end of it.

**The result of having conviction in the accountability after death**

Dear friends! If one gets 100% convinced any day that after death we have to be accountable for everything that we are doing then one does not repeat one's crime. He would, in fact, die with grief. This is what the Quran wants to get across: Know that if you continue to repeat your crimes, then failure will be your share for forever. Those nations and peoples that get ruined think that no one is there to hold them accountable. But he that tells them before their destruction: Ok! Even if you escape accountability in this life you will surely be caught in the Hereafter because life continues after death as well; then they do not believe him. They say that, no!, death finishes the human beings. And now in this verse (69:27) it says: Oh, would that this had been the end of me! He continues: مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ — Of no profit to me has been my wealth! هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ — All my power has gone from me! (69: 28-29). Dear friends! There are only two

things: acquiring authority on the basis of wealth; and then acquiring power on the basis of authority. It is said here that he will tell that that Day neither my wealth nor my power was of any use to me.

**The Quran's dramatic style**

Dear friends! The stories of past nations' downfalls are mentioned in the Quran for a purpose: These are the details of the results of their unjust systems of life. It is mentioned in the next verse in a very dramatic style which is easy to understand: when criminals are rounded up, chained, and taken to jail: خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ — Thereupon the command will go forth: "Lay hold of him, and shackle him (69:30). ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ — and pull him and put him in Hell. Here, the Quran has used the word جَحِيمَ for Hell. The Quran also uses the word جَهَنَّمَ for Hell. جَهَنَّم is where humanity is put in blazing fire. This is a place for burning humanity. But جَحِيم is where movement stops; there, one remains standing and cannot move even one step ahead. This is the same thing which the Prophet (PBUH) had mentioned (and we had discussed earlier) that one whose two days become alike he is in جَحِيم and cannot move forward. After this dramatic description, the Quran continues in the same dramatic style: ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ — Further, make him march in a chain, whereof the length is seventy cubits (69:32). The question is: why give him such a severe punishment? Because: اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ — This was he that would not believe in Allah Most High; that is, he believed in his own rules and regulations and did not have conviction and belief in Allah's laws. He grabbed everything for himself. You have seen now the severity of the punishment for the crime: the horrific scene, chains, and Hell. Why did all this happen?

**For nations to be ruined only one crime is sufficient**

Dear friends! This happened because: وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ — And would not encourage the feeding of the indigent (69:34). Not only he would not do it himself, but he would not urge others do help the poor, the handicapped, and those who suddenly became helpless. Did you see the crime? The Quran has mentioned only this single crime for nations' destructions. Bur people in a knee-jerk reaction to all this comment: Look? You are only taking the

economic system of the Quran; that you are discussing the issue of bread only. But this issue is related to materialistic concept only. Yes! Those who get their bread easily by luck-of-the-draw can talk like this. But what to say of the Quran which points out this single crime that carries such an extreme punishment. The Quran continues this dramatic description of the punishment of this crime: فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ — So no friend has he here this Day. On the surface many appear as friends, as voters, but he will have no real friends that Day when his power and wealth are gone. He, who is in Hell, who wants to be his friend? Who wants to accompany him? وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ — (69:36). The traditional translation is: Nor has he any food except the corruption from the washing of wounds. The root meaning of غِسْلِيْنٍ is: Tears that come out hot. These are those tears. He shall get nothing but boiling waterto drink which will further increase his thirst. In other words, he will swallow his own tears. And then it says further: لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ — (69:37) Which truly is the diet of those who commit this crime! After what follows I call the grandeur of the throne and the court of Allah. Whatever our courts have become these days they still use the words 'we' and 'our' when judgment is delivered. It is interesting that the Quran also uses the words 'We' and 'Our' at these places where judgment is to be delivered and where oath is involved as is the case in the next verse where the word اُقْسِمُ has come. But the question is: The traditional translation of the word اُقْسِمُ that is done is: 'to swear' which sounds like poetry. But the Quran says that whatever is being said; *do not* consider it as poetry. Then, what does it really mean?

**What is meant by 'to swear'?**

Dear friends! But before we come to that please understand that the Quran has its own unique style. Here it says: فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ (69:38). and وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ (69:39. Normally, we translate the following verses: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (95:1); وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (95:2) as: (to swear)by the fig and the olive;(to swear) by Mount Sinai. But اُقْسِمُ means to produce something as witness. So, the verses (69:38-39) mean: O Prophet (PBUH)! Please say to these people that whatever they are being told is not guesswork, but a reality. The events that have happened before you and the events that are yet to come, bear testimony to this fact, to this reality.And what is this reality? The Quran says: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ — these

words are being spoken and conveyed to you by most respectable messenger. He is not saying anything from his own. He is Our messenger. He is conveying to you Our message. You are taking this message lightly. You are not taking it seriously. Do you think he is a poet? Arabs used to consider poets as receiving inspiration coming from their different deities. So, they used to highly respect poets. But those poets did poetry all their lives. They could not even earn their livelihood.

**The reality of union and separation in poetry**

Dear friends! The Quran condemns poets because they do not have any purpose and goal in life. The Quran says: فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ — they stray in every valley. In their own world of thoughts they keep on counting the pleasures of union; sometimes crying over separation of beloved. But neither the union nor the separation is real; both are poetry; both are imaginations of the poets. Here the Quran says: وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (69:41) These are not the sayings of a poet or a soothsayer's guesswork. Same thing AllamaIqbal(1877-1938) said about himself; that do not consider me a poet. Next the Quran says: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (69:42) The Prophet (PBUH) is conveying Our commands to you. There are, however, very few who use their intellect and logic to ponder over it, and believe in the truth of these sayings and adopt them as a Divine code. There are very few who listen to him. But he is *Our* messenger. تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (69:43) This Quran has been sent down by that Almighty who is the sustainer and nurturer of all the worlds. Please note the style of the Quran. Allah told earlier that these people do not arrange for the nourishment of the poor, the indigent, and the helpless. In perfect harmony to what is being said, here Allah is bringing out His attribute: the nurturer of all humankind; and it is His messenger that is conveying this message. He is not a poet and this message is not poetry. This is realty.

**To add even a single word in Allah's revelation by a messenger is a great crime**

Dear friends! Please remember! The messenger does not say anything from himself. His condition is that: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (69:44). لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (69:45).

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (69:46) – Now if he [whom We have entrusted with it] had dared to attribute some [of his own] sayings unto Us, We would indeed have seized him by his right hand, and would indeed have cut his life-vein. The usual meaning of وَتِينَ is life-vein. Its root meaning is: The means by which a thing remains strong and powerful. Allah says that We will cut all means by which he could dare to say anything from his own and attribute this to Us. Also: فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ــ and none of you could have saved him (69:47)! This is 100% Our message that he is conveying. وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ــ And, verily, this [Qur'an] is a reminder to all the God-conscious (69:48)!Those who are afraid of bad consequences of wrong deeds and wrong system, for them there is great warning and great advice in this. وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ــ And, behold, well do We know that among you are such as will give the lie to it (69:49). We know that after Oursaying all these, there are those among you who keep their names Muslims but they prove by their actions and interpretation of Our message that they are liars. We know these people!

**Meaning of belie** (كَذَّبَ)

Dear friends! Allah is calling these people liars. Kufr is to openly deny something. To belie something is to accept it with tongue but not show it by action. We read the Quran today where it is said: Allah will never let the Kafirs dominate Muslims. We read this verse millions of times. We repeat it in all-nighter prayers during Ramadan. But our practical life continues to belie this claim because we continue to call ourselves believers (Momins); but the Quran says you are lying. This is called كَذَّبَ. We Muslims know the truth, but by our actions we belie it. Then the Quran says: وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ــ yet, behold, this [rejection] will indeed become a source of bitter regret for all who deny the truth [of God's revelation] (69:50). The oncoming اَلْحَآقَّةُ which will come as concrete reality will indeed be a very remorsefuland shameful event for these liars and deniers. What a word حَسْرَةٌ is? Its root meaning is state of tiredness and exhaustion; it is to sit somewhere after being tired; it is disappearing of life's warmth and energy. This is what has happened to them. Then the Quran says: وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ــ for, verily, it is truth absolute (69:51)! Please note that the matter had started with اَلْحَآقَّةُ and the Quran says that everything what has been described is حَقُّ الْيَقِيْنِ. This is something definite that comes as concrete

reality. I had mentioned that in Arabic language حَقُّ (Haq) means truth that comes out in concrete form.

**Three levels of understanding** (يَقِين) عِلْمَ الْيَقِين; عَيْنَ الْيَقِين; حَقُ الْيَقِين

The Quran mentions three stages of understanding (يَقِين). The first level is عِلْمَ الْيَقِين : to understand something at the abstract or theoretical level. This is purely an intellectual exercise. Philosophy and poetry belong at this level. The second level is عَيْنَ الْيَقِين : to understand something by observation. But the Quran says that this is also not the final level of understanding. Beyond this is the next level حَقُّ الْيَقِين : to under something by actually experiencing it. For example, let us take fire. When smoke comes out from some place then we infer that there is fire – this is عِلْمَ الْيَقِين ; then if we actually observe the blazing fire – this is عَيْنَ الْيَقِين ; and when we put our finger in the fire and if it burns the finger then we definitely know that this fire – this is حَقُ الْيَقِين .So, what has been said above is not just an intellectual thing; it is also not the case that one has seen it from a distance and one thinks may be it is true, may be it is not; but *this* is a thing like one experiences when one actually jumps in fire.

**Our condition vis-à-vis Quran understanding**

What Allah is telling is this: إِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ (69:51)? Please notice how definite is this statement? Now what to do to avoid this اَلْحَآقَّةُ ? The Quran tells that the only way to avoid this is to have a system in place to take care of the poor and hungry. This Quran has been sent down by the Almighty who is sustainer and nurturer of all humankind (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ). Dear friends! Now the last verse of this surah says: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ — and the traditional translation is: So glorify the name of thy Lord Most High (69:52). How it is done now? By reciting سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم ـ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم on the beads of a rosary what Muslims call *Tasbeeh*. Even in this down period of Muslim history when Muslims pray they recite these words many times using even thousand beads rosaries on top of reciting these words during prayer.But their condition keeps getting worse and worse, and they don't seem to care:

*Neither the suffering goes out nor does the cure happening*

*But here I am madly obsessed to continue the same remedy*

So, what to do? Dear friends! In the final verse of this Surah there has come something very thought provoking. The attribute of Allah that has been brought out here is: provider and nurturer of all humankind (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ). One kind of providing is to nourish others. On a limited level everyone does this in one's home for one's family. But this is done by both Kafirs and Momins. In fact, in this respect, we are Momin less and Kafir more. Now, here, in this last verse, we are told to give practical shape on a grand scale by implementing this attribute of Allah, the provider and nurturer of all humankind (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ). This is the only way to avoid the severity of the punishment of those horrific scenes, chains, and hell fire as mentioned earlier. How to do this practically? Well, this can only be done by being very active; by continuous nonstop effort; by constant struggle; and by being extremely passionate to implement the universal system of nourishment and nurturing of all humankind. Did you notice how intimately connected the verses are? First it said the punishment came because you did not establish a system to feed the hungry and the poor. No wit said that this is the message from Allah who is sustainer and provider of all the worlds. Then it said that to avoid this punishment, to avoid this اَلْحَآقَّةُ (reality) you must actively, with nonstop effort, with constant struggle implement the system of nourishment and nurturing of all humankind. Then you will be saved; otherwise, you will be destroyed.

Dear friends! Surah اَلْحَآقَّةُ (Al-Haaqqa) is finished today. We will take up Surah اَلْمَعَارِجِ (Al-Ma'aarij) in the next Dars.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

*O our Sustainer! Accept our humble efforts because you are fully aware of what we speak and what is hidden in our hearts. (2:127)*

☆.....☆.....☆